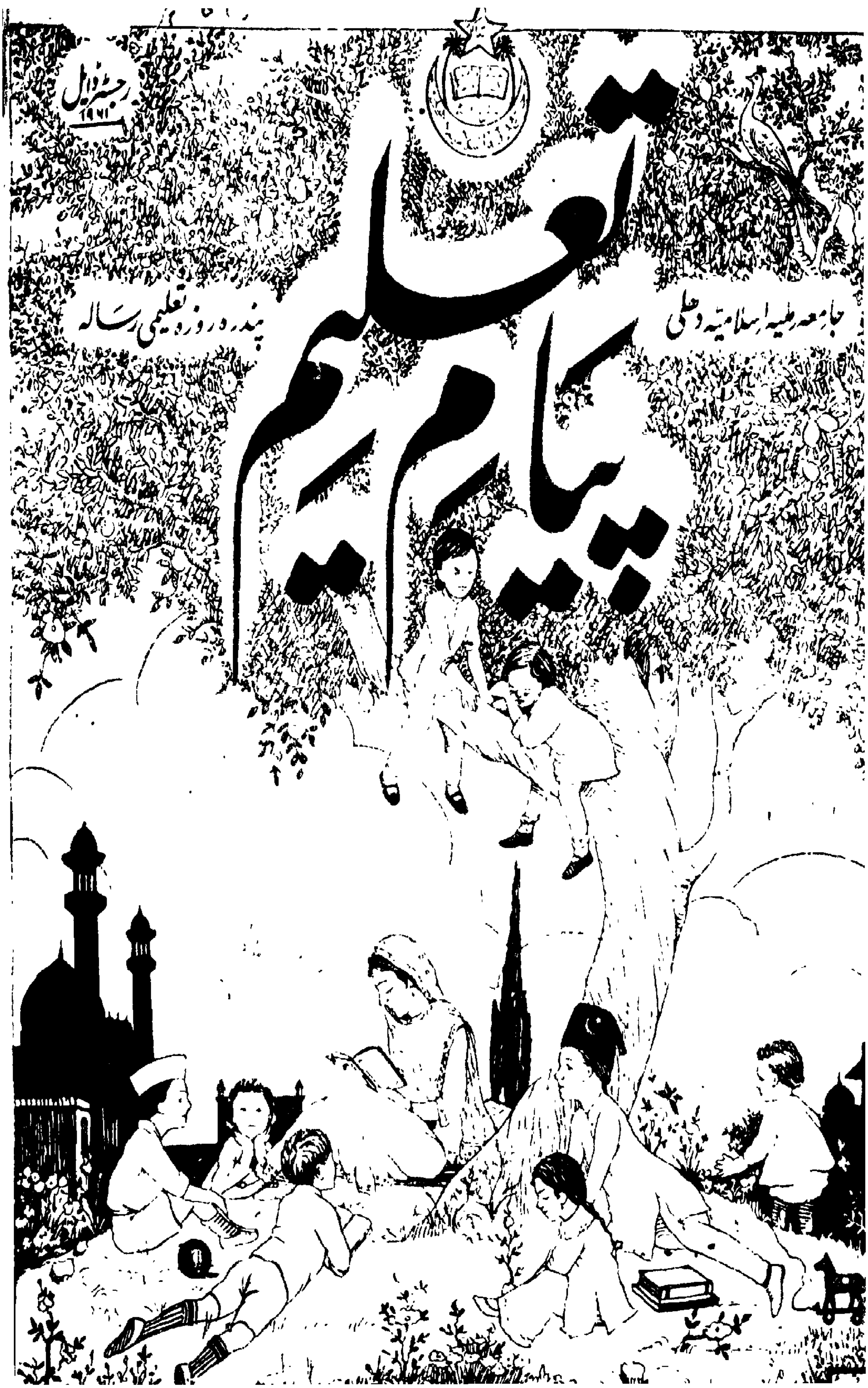


رجسٹرڈ ایل ۱۹۷۱
پیامِ تعلیم
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی
پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

بچوں کے لئے

تاریخ اسلام کا جدید نصاب

تاریخ اسلام کا [illegible] نصاب [illegible] تعلیم کے شوق کو دیکھ کر تیار کیا گیا ہے اس سلسلے کی پہلی کتاب ہمارے نبی

قرار دی گئی ہے جو اتنی مقبول ہوئی کہ تقریباً چھ بار شائع ہو چکی ہے۔ دوسری کتاب **نبیوں کے قصے** قرار دی گئی

جس میں [illegible] انبیاء کے حالات قرآن کریم سے بیان کئے گئے ہیں [illegible] پڑھنے کے بعد [illegible] کا مفہوم [illegible]

سمجھ میں آ جاتا ہو گا [illegible] دوسرے انبیاء کے حالات سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔ تیسری

کتاب **سرکار دو عالم** [illegible] تفصیل [illegible] زبان بھی [illegible] دونوں کتابوں سے [illegible] مشکل [illegible] چوتھی

کتاب **خلفائے اربعہ** [illegible] پانچویں **امہات اسلام** [illegible] دونوں کتابوں کی زبان [illegible] تدریجی طور پر مشکل بنا

[illegible] مطالب میں بھی وسعت دی گئی ہے۔

اس سلسلے میں [illegible] تاریخ اسلام [illegible] کتاب [illegible] ضرورت تھی [illegible] نام [illegible]

سلاطین [illegible] شاہیہ کے حالات [illegible] ہیں [illegible] طلبہ کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔

ہمارے نبی [illegible] **نبیوں کے قصے** [illegible] **سرکار دو عالم** [illegible]

خلفائے اربعہ [illegible] اسلام [illegible] ۱۲

مکتبہ جامعہ [illegible] دہلی

قیمت سالانہ ۱۲ / ۸

قیمت فی پرچہ دو آنے

پیامِ تعلیم

نمبر ۱ — یکم مئی سنہ ۱۹۳۲ء — جلد ۱۲

فہرست مضامین

اڈیٹر۔ سعید انصاری بی اے جامعہ — طابع و ناشر۔ ڈاکٹر عابد حسین صاحب پی ایچ ڈی۔ — مطبوعہ جامعہ برقی پریس دہلی

کوائف جامعہ

جامعہ نے اپنی مالی مشکلات رفع کرنے کا جو حل سوچا ہے وہ یہ کہ ملک کے خاص خاص حصوں میں فراہمی سرمایہ کی غرض سے وفود بھیجے ہیں چنانچہ ایک وفد جو خواجہ عبدالحئی صاحب فاروقی اور علی احمد خاں صاحب بی ایس سی (جامعہ) پر مشتمل ہے، وہ ۲۲ اپریل کو بر وز جمعہ رنگون روانہ ہوگیا ہے۔

دوسرا وفد مولوی شفیق الرحمن صاحب قدوائی اور پروفیسر محمد مجیب صاحب بی اے (آکسن) کا غالباً ۲۰ اپریل تک سیلون اور مالدیپ روانہ ہو جائیگا۔

تیسرا وفد جو مولوی سعد انصاری صاحب ندوی اور مولوی سعید انصاری صاحب بی اے (جامعہ) پر مشتمل ہوگا۔ وہ غالباً وسط مئی تک بنگلور اور میسور روانہ ہو سکےگا

ان مقامات کے با اثر حضرات سے امید ہے کہ وہ ان وفود کی درمے، قدمے ہر طرح پر امداد فرماکر اہل جامعہ کو ممنون اور شکرگذار فرمائیں گے۔

جامعہ کے سالانہ امتحانات امسال کچھ قبل سے شروع ہو رہے ہیں تاکہ امتحانات ہونے کے بعد ان کی جماعت بندی بھی اسی طرف ہو جائے اور پھر بڑی چھٹیاں شروع ہوں۔ چنانچہ جامعہ جونیر و سینیر کا امتحان ۳۰ اپریل سے شروع ہوگیا اور جامعہ کی منزل ابتدائی کے امتحانات ۳۰ اپریل سے، اور منزل ثانوی کے ۳ مئی سے شروع ہونگے۔

"نقل مطابق اصل"

"پیامِ تعلیم" کے اس پرچہ میں جامع مسجد دہلی کی ایک تصویر شائع کیجارہی ہے۔ آپکو یہ معلوم کرکے تعجب ہوگا کہ یہ تصویر اصل جامع مسجد کی نہیں ہے بلکہ اس جامع مسجد کی نقل ہے جو جامعہ کے شعبۂ نجاری کے طلبا نے اپنے استاد ماسٹر عبدالحئی صاحب کی رہنمائی میں چند روز کے اندر تیار کی تھی اور جسکی نمائش جامعہ کے "یوم تاسیس" کے موقع پر کی گئی تھی۔ اس موقع پر جناب علی احمد خاں صاحب کی نگرانی میں شعبہ سائنس کے لڑکوں نے اس کے اندر بجلی کے چھوٹے چھوٹے رنگین قمقموں کی روشنی اور بیچ کے حوض میں پانی کا چھوٹتا ہوا فوارہ بھی لگایا تھا جس سے اسکی رونق اور دوبالا ہوگئی تھی۔ ہر سال جامعہ کا "یوم تاسیس" نہایت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے اور اس موقعہ پر طلبا جامعہ، جامعہ کو نذر عقیدت کے طور پر اپنے ذہن و دماغ کے کچھ نقوش پیش کیا کرتے ہیں۔

گذشتہ اکتوبر میں اس تقریب کے موقع پر بعض طلبہ نے جدت سے کام لیا اور بجائے کوئی قلمی تحفہ پیش کرنیکے اپنی علمی اور عملی کوشش کا یہ بےنظیر اور بےمثل نمونہ پیش کیا جو جامعہ کے "افتتاحی میموریل ہال" میں لوگوں کا مرکز نظر بنا رہا۔ پنڈت جواہرلال نہرو، ولبھ بھائی پٹیل، مس چٹوپادھیا، ڈاکٹر محمد عالم، تصدق احمد خاں شروانی اور ڈاکٹر انصاری صاحب بھی اس تقریب میں شریک ہوئے تھے۔ ان سبنے اسے دیکھکر نہایت درجہ پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ ڈاکٹر جولیس گرمانس (اب ڈاکٹر عبدالکریم) نے بھی اسے بہت پسند فرمایا۔

ہر دو شعبوں کے استاد صاحبان اور انکے ہونہار اور مستعد شاگرد مختار احمد، محمد اسمعیل، عبدالخالق، اور عبدالصمد صاحبان نہایت درجہ تحسین و آفریں کے مستحق ہیں۔

نتیجہ انعامی معمّا یکم اپریل

یکم اپریل ۱۹۳۲ء کے پیام تعلیم میں جو انعامی معمّا شائع کیا گیا تھا، اس کے حل تاریخوں کی ترتیب کے لحاظ سے یہ آئے ہیں۔

۱۳ اپریل کو:-

۱۔ محمد معظم (دہلی) ۲۔ اہلیہ مولوی سعدالدین صاحب دہلی
۳۔ محمد شجاع الدین (دہلی) ۴۔ محمد مرزا (دہلی)
۵۔ محمود اکبر (بستی) ۶۔ سید صدیق حسین (علیگڈھ)

۱۴ اپریل کو:-

۷۔ نام و پتہ ندارد ۸۔ سعید اکبر (انبالہ)
۹۔ توفیق احمد (علیگڈھ) ۱۰۔ احمد امان اللہ خاں (رامپور)
۱۱۔ محسن علی چغتائی (علی گڈھ)

۱۵ اپریل کو:-

(۱۲) زاہد حسین (ناگپور) (۱۳) عبدالرؤف (میرٹھ)
(۱۴) الفت حسین (آرہ) ۱۵۔ ارجمند بیگم (جودھپور)
۱۶۔ مسعود محمود (دہلی)

۱۶ اپریل کو:-

۱۷۔ مقتدر زیدی (میرٹھ) ۱۸۔ شیخ چاند (ابرار)
۱۹۔ سید مرتضیٰ علی (مین پوری) ۲۰۔ امین جہاں (کراچی)

۱۷ اپریل کو:-

۲۱۔ علی اسد اللہ خاں (حیدرآباد دکن)

یہ پرچہ چونکہ دیر سے نکلا تھا اس لئے ہم نے حل بھیجنے والوں کی دیر کا بھی خیال نہیں کیا اور سب کو مقابلہ میں شامل کر لیا۔

تمام جوابوں میں صرف نمبر ۱۶ کا جواب ایسا ہے جو بالکل غلط ہے۔ نمبر ۱۵ کے جواب میں صرف چوتھی سطر غلط ہے، بجائے اقبال کے حکمت لکھا ہے۔ نمبر ۱۳ نے بجائے شعراء کے نام لکھ دینے کے ہر ہر خانہ کی تصویر کا پہلا حرف بھی دیا ہے اور اخیر میں ان حرفوں سے مل کر جو نام بنتا ہے وہ لکھ دیا ہے۔ لیکن اس سے بہتر نمبر ۸ نے جواب دیا ہے یعنی ہر تصویر کا نام لکھ دیا ہے، اگرچہ اس میں بعض بعض غلطیاں بھی ہیں۔ مثلاً پہلی سطر میں دوسری تصویر بجائے 'ککڑی' کے 'کریلے' کی لکھی ہے، چوتھی تصویر بجائے 'رسی' کے 'رسہ' کی لکھی ہے۔ اور اس سے زیادہ صحیح نمبر ۲ کا ہے جس میں بجز چوتھی سطر کی پہلی تصویر کے باقی سب صحیح ہے اور یہ غلطی بھی کچھ زیادہ بڑی غلطی نہیں ہے۔ مثلاً انھوں نے بجائے 'آلو' کے 'اخروٹ' لکھا ہے، لیکن سب سے زیادہ باقاعدہ اور صحیح حل نمبر ۱ کا ہے اور وقت کے اعتبار سے بھی سب سے پہلے پہنچا ہے۔ اسلئے اول انعام کا مستحق نمبر ۱ کو قرار دیا جاتا ہے اور دوم انعام کا نمبر ۲ کو اور سوم انعام کا نمبر ۸ کو۔ (نمبر ۱ کا حل بجنسہ شائع کیا جاتا ہے)

پہلی سطر	انڈا	ککڑی	بھنڈی	رسی		= اکبر
دوسری سطر	حجام	آنکھ	لوٹا	یکہ		= حالی
تیسری سطر	غبارہ	انگلی	لنگڑا	بالی		= غالب
چوتھی سطر	آلو	قفل	بلی	آفتاب	لڑکا	= اقبال

چاریار

گزشتہ زمانہ میں ایک جلیل القدر بادشاہ تھا، جو نہایت رحم دل اور انصاف پسند تھا۔ رعایا خوش حال خزانہ مالامال مگر بادشاہ پُرملال! اسکی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کے کوئی اولاد نہ تھی اور یہی سبب تھا کہ بادشاہ اور ملکہ دونوں غمگین رہتے تھے۔ آخر کار ایک بزرگ فقیر کی دعا سے خدا نے بادشاہ کو لڑکا عنایت کیا۔ پھر ان کی خوشی کا کیا ٹھکانا تھا اور پھر فرزند بھی کیسا! رشک قمر!! نام بھی "شیردل" رکھا گیا۔

الغرض جب شہزادہ بڑا ہوا تو اس نے اپنے والد سے دنیا میں سفر کرنے اور نئے نئے تجربے حاصل کرنے کی اجازت طلب کی۔ کیونکہ وہ بہادر تھا۔ اور چاہتا تھا کہ اپنے کارناموں سے دنیا کے لئے باعث افتخار بنے۔ بادشاہ نے اول تو انکار کیا، مگر مجبوراً اجازت دینی پڑی اور شہزادہ شیردل اپنے تین دوستوں یعنی سونار، لوہار، اور بڑھئی کے ہمراہ روانہ ہوا۔

یہ چاروں دوست چلتے چلتے ایک شہر میں پہنچے۔ دکانیں بدستور کھلی ہوئی تھیں، مگر کسی آدم زاد کا پتہ نہ تھا۔ یہ دیکھ کر سونار نے کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی شہر ہے جسکی بابت میں نے سُنا ہے کہ اس میں ایک دیو رہتا ہے۔" ہمارے لئے مناسب یہ ہے کہ یہاں سے بھاگ چلیں"۔ شہزادہ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ اور کھانا کھانے سے قبل میں کسی صورت سے اس شہر سے روانہ نہیں ہو سکتا۔

شیردل اور اس کے تینوں دوست بازار گئے۔ کھانے کے لئے ایک دوکان سے سامان اُٹھالیا اور واجبی قیمت دکان پر رکھ دی۔ اس کے بعد چاروں دوست ایک مکان میں داخل ہوئے۔ مکان بالکل خالی تھا۔ شہزادہ شیردل نے سونار کو کھانا پکانے حکم دیا۔ اور لوہار اور بڑھئی کے ساتھ بغرض تفریح شہر میں گھومنے کے لئے روانہ ہوگیا

سونار باورچی خانہ میں کھانا پکانے لگا اور جب کھانا تیار ہوگیا تو ایک بالشتیا چوہے پر سوار آدھمکا۔ اور کھانے کا طالب ہوا۔ جواب نفی تھا۔ یہ سُن کر وہ بالشتیا فوراً دیو کی شکل میں تبدیل ہوگیا اور دم بھر میں تمام کھانا چٹ کرکے غائب ہوگیا۔ سونار ایک کوٹھری میں جا گھسا اور کواڑ نہ کھولے جب تک کہ تینوں دوست واپس نہ آئے۔ شہزادہ یہ حال سُن کر بہت متعجب ہوا اور کھانا پکانے کے لئے لوہار کو حکم دے کر باقی دو کے ساتھ شہر دیکھنے کو روانہ ہوگیا۔ لوہار کے ساتھ بھی وہی واقعہ گذرا۔ اس کے بعد شہزادہ شیردل نے بڑھئی کو کھانے کا سامان دیا اور پکانے کو کہا۔ اس کے بعد وہ خود دونوں کے ساتھ شہر کو روانہ ہوا۔ مگر غریب بڑھئی کے ساتھ بھی وہی واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

جب شہزادہ نے یہ حال دیکھا تو خود کھانا پکانے میں مشغول ہوگیا۔ اور یہ تینوں شہر کو روانہ ہوئے۔ چوہے سوار بالشتیا عادی

ہوگیا تھا جھٹ آدھمکا، اور کھانا مانگنے لگا۔ شہزادہ نے انکار کیا، اُس پر وہ دیو بن گیا۔ شہزادہ ایک تو بہت بھوکا تھا دوسرے اس دیو کی حرکتوں پر جلا بیٹھا تھا۔ فوراً اپنی سونے کی تلوار نکالی اور اس پر حملہ آور ہوا۔ تلوار کا وار کرنا تھا کہ دیو کا سر تن سے جدا ہوگیا شہزادہ اور اس کے ساتھیوں نے مل کر تمام لوگوں کو اطلاع دی کہ وہ واپس آجائیں وہ لوگ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور شہزادہ سے اس تمام ملک کا بادشاہ بننے کی درخواست کی شہزادہ نے سنار کو تو اس ملک کا بادشاہ بنایا، اور خود لوہار اور بڑھئی کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ لیکن روانہ ہونے سے قبل سونار کو ایک پودا دیا اور کہا جب یہ پودا خشک ہوجائے تو سمجھ لینا مجھ پر کوئی مصیبت پڑ رہی ہے۔ سونار نے شہزادہ کا شکریہ ادا کیا اور خوشی خوشی رخصت کیا۔

چلتے چلتے وہ ایک اور غیر آباد شہر میں وارد ہوئے۔ یہاں بھی پہلے کی طرح ایک دیو سکونت پذیر تھا اور اس لئے اہل شہر بھاگ گئے تھے۔ بڑھئی اور لوہار نے شہزادہ کو بھاگنے کی رائے دی۔ مگر شیر دل ایک بہادر شہزادہ تھا۔ اس نے صاف انکار کردیا، اور کھانے کی فکر کی۔ دکانوں میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ کھانے کا سامان خرید کر مناسب قیمت رکھدی۔ شہزادہ نے لوہار سے کھانا پکانے کو کہا اور خود بڑھئی کو ہمراہ لے کر گھومنے نکل گیا۔ کھانا جب قریب قریب پک گیا تو دیو ایک بڑھیا کی صورت میں نمودار ہوا۔ لوہار ڈر کے مارے ایک کمرے میں جاکر چھپ گیا۔ دیو نے سب کھانا ختم کردیا۔ اور جب شہزادہ مع بڑھئی کے داخل ہوا تو اس نے نہ لوہار کو دیکھا اور نہ کھانے کو۔ شہزادہ نے بڑھئی کو کھانا پکانے کو کہا اور خود بازار کی جانب چہل قدمی کے لئے روانہ ہوگیا، مگر بڑھئی کے ساتھ بھی وہی واقعہ گزرا۔

شہزادہ نے خود کھانا پکانا شروع کردیا۔ دیو بڑھیا کی صورت میں آپہنچا اور کھانا مانگنے لگا۔ شہزادہ نے کہا میں عورت پر ہاتھ اُٹھانا نہیں چاہتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ تو اپنی اصلی شکل میں آ۔ یہ سُن کر وہ بڑھیا آفت کی پڑیا دیو بن گئی۔ شہزادہ نے اپنی حسین تلوار نکالی اور جنگ شروع کردی۔ تھوڑی ہی دیر میں دیو کا سر تن سے جُدا ہوگیا۔ شہزادہ نے بڑھئی اور لوہار کو کمروں میں سے بلالیا اور بھاگے ہوئے لوگوں کو خبر دی۔ اور اس سلطنت کا راج پاٹ لوہار کے سپرد کردیا۔ اور اس کو ایک سفید رنگ کی انگوٹھی دی۔ اور کہا کہ جب اس انگوٹھی کا رنگ سیاہ ہوجائے تو سمجھنا کہ مجھ پر کوئی مصیبت آئی۔ یہ کہہ کر وہ بڑھئی کے ہمراہ آگے روانہ ہوا۔

آگے جاکر وہ ایسے شہر میں پہنچے جہاں کا بادشاہ مرچکا تھا اور سلطنت کا کوئی جائز وارث نہ تھا۔ جب شہزادہ وہاں پہنچا تو لوگوں نے اسے بادشاہ بنانا چاہا، مگر شہزادہ نے بڑھئی کو وہاں کی سلطنت بخش دی۔ اور ایک سفید کپڑے کا ٹکڑا دیا۔ اور کہا کہ جب یہ کپڑا سرخ ہوجائے تو سمجھ لینا کہ میرے اوپر کوئی مصیبت نازل ہوئی ہے۔ یہ کہہ کر شہزادہ اکیلا روانہ ہوا

راستے میں ایک دریا ملا جس کے کنارے شہزادہ آرام کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ دریا کے کنارے کنارے لعل بہتے چلے آرہے ہیں یہ دیکھ کر شہزادہ بہت متعجب ہوا، اور

جدھر سے وہ آ رہے تھے اس طرف روانہ ہوا۔ آخرکار وہ ایک عالیشان محل کے سامنے پہنچا جو لبِ دریا واقع تھا۔ شہزادہ شیردل بے تکلف محل میں داخل ہوا۔ محل میں ہُو کا عالم تھا، نہ آدمی نہ آدم زاد۔ شہزادہ تمام محل میں پھرا اور جب کوٹھے پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ چھت کے کنارے ایک طشت میں ایک حسین عورت کا سر رکھا ہوا ہے۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد خون کا قطرہ اس سے نکل کر دریا میں گرتا ہے۔ دریا میں لعل کے بننے کا یہی سبب ہے شہزادہ نے دیکھا کہ قریب ہی ایک مسہری بچھی ہوئی ہے جس پر ایک جسم بے سر پڑا ہوا ہے۔ شہزادہ نے سر کو اٹھا کر جسم سے ملا دیا۔ مردہ جسم میں جان آ گئی پھر اس عورت نے بتایا کہ "مجھے ایک جن اڑا لایا ہے۔ اور میں ایک شہزادی ہوں۔ اور اب جن آنے والا ہے"۔ شہزادے نے کہا کچھ پرواہ نہیں، اور کواڑ کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا اور جیسے جن داخل ہوا اس کی گردن پر تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ لگا۔ بھاری جسم زمین پر گر پڑا۔ سر تن سے جدا ہو گیا۔ پھر تو بہادر شہزادے نے اس شہزادی سے شادی کر لی اور آرام سے محل میں زندگی بسر کرنے لگا۔

حسب معمول ایک دن شہزادی دریا کے کنارے اپنا سر دھو رہی تھی کہ سر میں سے دو تین بال نکل آئے جو سنہری رنگ کے نہایت دلفریب تھے۔ شہزادی نے یہ سوچ کر کہ ان بالوں کو کیچڑ میں نہ پھینک دینا چاہئے، پتوں کا ایک پیالہ بنایا اور اس میں بال رکھ کر دریا میں بہا دئیے۔ یہ بال بہتے ہوئے ایک بادشاہ کی سلطنت میں پہنچے۔ ایک دھوبی کپڑے دھو رہا تھا اس نے اس پیالہ کو دریا سے نکال کر بادشاہ کے دربار میں پیش کیا

شہزادہ نے ان بالوں کو دیکھ کر کھانا پینا ترک دیا۔ اور بادشاہ سے کہا کہ جس عورت کے یہ بال ہیں میں اس سے شادی کرونگا۔ بادشاہ کو شہزادہ سے بہت الفت تھی۔ اس لئے اس نے شہر کی سب کٹنیوں کو جمع کیا اور ان سے تمام واقعہ بیان کیا ایک نہایت ہوشیار کٹنی نے وعدہ کیا کہ وہ شہزادی کو اس کی سلطنت میں لے آئیگی۔ اس نے بادشاہ سے ایک عمدہ کشتی طلب کی اور چار ہوشیار ملاح۔ اور جس سمت سے بال بہتے ہوئے آئے تھے اس سمت کو روانہ ہوئی اور آخرکار اس محل کے نیچے پہنچ گئی ملاحوں سے کہا کہ "وہ کشتی کو اسی محل کے نیچے باندھ دیں اور جب وہ اشارہ کرے تو کشتی کو تیزی سے روانہ کر دیں"۔ ملاحوں کو یہ ہدایت کر کے وہ محل میں داخل ہو گئی اور شہزادی سے کہا کہ "میں تمہاری چچی ہوں" اور اس روز سے وہ محل میں رہنے لگی۔ شہزادہ روز شکار کو جایا کرتا، اور اپنی خوبصورت سونے کی تلوار ہمیشہ اپنے ہمراہ لے جایا کرتا تھا۔ کٹنی نے شہزادی سے کہا کہ تم شہزادہ سے یہ دریافت کرو کہ تمہاری جان کس چیز میں ہے۔ شہزادی کے دریافت کرنے پر شہزادہ نے کچھ پس و پیش کے بعد بتلایا کہ اس کی جان اس سونے کی تلوار میں ہے شہزادہ اس تلوار کو شکار میں ہمراہ لے جایا کرتا تھا۔ کٹنی کے کہنے کے بموجب شہزادی نے شہزادہ سے کہا کہ وہ احتیاط کے خیال سے تلوار کو محل میں چھوڑ جایا کرے۔ شہزادہ شہزادی کی ہر ایک بات مانتا تھا اس لیے جب وہ شکار کو گیا تو اس نے تلوار محل میں چھوڑ دی کٹنی کم بخت نے تلوار کو چھپا کر دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں ڈال دیا اور شہزادی کو دریا کی سیر کے بہانے کشتی میں بٹھا کر لے چلی اور تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ جب کشتی اس بادشاہ کی سلطنت میں پہنچ گئی

تو بادشاہ نے شہزادی سے کہا کہ تم میرے شہزادہ کے ساتھ شادی کر لو، مگر شہزادی نے چھ ماہ کی مہلت طلب کی۔

جب کٹنی نے سونے کی تلوار جلائی تو اس وقت شہزادے کا جسم جل کر سیاہ ہو گیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اور مردہ ہو گیا۔ عین اسی وقت سونار کا سبز پودا خشک ہو گیا۔ لوہار کی انگوٹھی کا نگ سیاہ ہو گیا اور شہزادہ کا دیا ہوا کپڑا جو بڑھئی کے پاس تھا سُرخ ہو گیا۔ جس سمت شہزادہ روانہ ہوا تھا اسی طرف اس کے تینوں ساتھی روانہ ہوئے اور چند ماہ کی مسافت کے بعد لاش کے قریب پہنچے۔ تینوں نے اس کو اٹھایا اور محل میں لے آئے۔

یہ تینوں ساتھی جانتے تھے کہ شہزادے کی جان تلوار میں ہے لہٰذا انھوں نے زنگ آلود تلوار کو ڈھونڈ لیا۔ لوہار نے اس کا زنگ چھڑا دیا اور تلوار کو تیز کر دیا۔ یہ کرتے ہی شہزادے کا جسم جو کہ سیاہ پڑا ہوا تھا اپنے اصلی رنگ میں آگیا۔ پھر سونار نے تلوار پر سونے کا پانی چڑھا دیا۔ دم بھر میں شہزادہ کے مردہ جسم میں جان آگئی۔ بڑھئی نے کہا کہ اب میرے کام کرنے کی باری ہے۔ اُس نے ایک ہوائی جہاز تیار کیا۔ اور اس میں بیٹھ کر بادشاہ کی سلطنت میں پہنچا اور اس شہزادہ سے ملا۔ اس نے اسے سب حالات سنائے اور بادشاہ سے کہا کہ شہزادی ہوائی جہاز پر بیٹھ کر تفریح کرنا چاہتی ہے۔ بادشاہ راضی ہو گیا مگر اس نے کٹنی کو بھی ساتھ کر دیا۔ جب شہزادہ اور کٹنی دونوں جہاز میں بیٹھ گئے تو بڑھئی نے ہوائی جہاز کو اُڑا دیا اور شہر کے کئی چکر کئے جب جہاز بہت اونچا ہو گیا تو بڑھئی نے کٹنی کی چٹیا پکڑ کر اسے بادشاہ کے محل کے اوپر چھوڑ دیا اور خود مع شہزادی کے شہزادہ شیر دل کے پاس پہنچ گیا۔ شہزادہ بہت خوش ہوا اور بڑھئی، لوہار اور سونار کے ساتھ گھر کی راہ لی۔ شہزادہ کے باپ نے ان کا شاندار استقبال کیا اور بہت خوشی منائی۔ اب شیر دل تمام دنیا میں مشہور ہو گیا۔ مگر آج کل ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ نہ شیر دل جیسا بہادر شہزادہ اور نہ سنہرے بالوں والی جیسی خوب صورت شہزادی ہے

آدمی رہتا نہیں دنیا میں رہتا ہے نشاں
ذکر جم باقی رہا نام سلیماں رہ گیا

بقیہ صفحہ ۱۰

ایک محل بن کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ سب کچھ کس وجہ سے ہو رہا ہے؟ اس کا جواب ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

کئی سال کی مسلسل محنت کی وجہ سے فیریڈے کی صحت بہت خراب ہو گئی تھی۔ ایک روز جب کہ وہ اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا مطالعہ میں مشغول تھا کہ اس کی روح نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

فیریڈے اس عالم فانی سے رخصت ہو گیا۔ لیکن ڈائنمو اور برقی موٹر کی ایجاد سے اس کا نام ہمیشہ کے لئے روشن رہیگا۔

استاد اور شاگرد

کسی زمانہ میں ایک غریب آدمی تھا۔ اُس کے دو لڑکے تھے۔ بڑا لڑکا تو بیوقوف اور نالائق تھا، لیکن چھوٹا لڑکا نہایت ہوشیار اور عقلمند تھا۔ ان کا باپ ان کو تعلیم دلانا چاہتا تھا لیکن اپنی غربت کی وجہ سے کسی مدرسہ میں داخل نہ کرسکا۔ ایک روز وہ دونوں لڑکوں کو ساتھ لے کر ایک فقیر کے پاس گیا جو بہت بڑا عالم اور منجم تھا، اور اس سے یہ کہا کہ "باباجی! میں اپنے لڑکوں کو آپ کی صحبت میں چھوڑنا چاہتا ہوں، تاکہ یہ کچھ حاصل کرلیں۔ میں غریب آدمی ہوں روپیہ پیسہ سے تو آپ کی مدد نہیں کرسکتا البتہ یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب میں تین سال بعد ان کو لینے آؤنگا تو اس وقت آپ ان میں سے جس کو چاہیں اپنی خدمت کے لئے رکھ لیں"۔ فقیر اس پر راضی ہوگیا اور لڑکے اس کے پاس تعلیم حاصل کرنے لگے۔

چھوٹا لڑکا چونکہ ذہین تھا اس لئے وہ پڑھنے لکھنے میں بہت ہوشیار نکلا، لیکن بڑا لڑکا جاہل کا جاہل ہی رہا۔ فقیر بھی چھوٹے لڑکے کی طرف زیادہ توجہ کرتا۔ اس طرح تین سال گذر گئے جب ان کے باپ کے آنے کا وقت ہوا تو فقیر نے چھوٹے لڑکے کو خراب اور پرانے کپڑے پہنائے کیونکہ وہ اس کو اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا اور بڑے لڑکے کو اچھے کپڑے پہنائے تاکہ اُس کا باپ اُسی کو پسند کرے اور اپنے ساتھ لیجائے۔ لیکن چھوٹا لڑکا فقیر کے پاس رہنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ لکڑیاں چننے کے بہانے سے جھونپڑے سے باہر آیا اور سڑک پر اپنے باپ کی راہ دیکھنے لگا جب اُس کا باپ آیا تو اُس نے کہا "اباجان! باباجی سے آپ مجھے مانگئے گا۔ اگر آپ مجھے پالیں گے تو پھر میں اپنے بھائی کو بھی نکال لاؤنگا" باپ نے یہ منظور کرلیا، اور فقیر سے چھوٹے لڑکے کو مانگا اور کہا "باباجی معلوم ہوتا ہے کہ بڑے لڑکے سے آپ زیادہ خوش ہیں اس لئے میں اُس کو آپ ہی کی خدمت کے لئے چھوڑتا ہوں" فقیر بیچارے نے نہایت افسوس کے ساتھ چھوٹے لڑکے کو رخصت کیا۔

باپ بیٹے دونوں جب ایک شہر کے قریب پہنچے تو باپ نے کہا "مجھے اس وقت سخت بھوک لگ رہی ہے۔ آج مجھے کچھ کھائے ہوئے دو دن ہوگئے ہیں" بیٹے نے کہا "اباجان آپ متفکر نہ ہوں میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں۔ دیکھئے! میں گھوڑے کی شکل اختیار کرتا ہوں۔ آپ مجھے بازار میں لے جاکر بیچ ڈالئے لیکن خریدار کو میری لگام نہ دیجئے گا"۔ باپ نے بیٹے کے کہنے پر عمل کیا اور پانچسو روپے میں بیچ ڈالا۔ لیکن لگام اپنے پاس رکھی اور آگے چلا۔

مائیکل فیرڈے

(۲)

اپنے زمانہ کا سب سے بڑا سائنس داں

فیرڈے: جناب بالکل درست فرماتے ہیں، اس مشورہ کا میں تو دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ تجارتی کاروبار کو چھوڑ دینے کا میں قطعی فیصلہ کر چکا ہوں میرے نزدیک تجارت کے معنی خود غرضی اور سائنس کی خدمت کے معنی خلق کی خدمت کے ہیں۔ میرا یہ خیال ایک عرصہ کے غور و فکر کے بعد اس حد کو پہنچ چکا ہے کہ تجارت سے انسان میں خود غرضی پیدا ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے سائنس انسان کو اعلیٰ اخلاق کی حامل بناتی ہے۔

ڈیوی:۔ (آخری جملہ پر مسکراتے ہوئے) سائنسدانوں کے اعلیٰ اخلاق کے متعلق جو تمہارے خیالات ہیں ان کی صحت کا حال تو تجربہ سے معلوم ہو جائے گا لیکن اس حقیقت کو غور سے سن لو کہ سائنس اس بے رحم آقا کی مانند ہے جو اپنے خدمتگاروں سے کام تو سخت لیتا ہے لیکن صلہ بہت کم دیتا ہے۔

غرض فیرڈے نے بہ حیثیت مددگار عملیات کے کام کرنا شروع کر دیا سب سے پہلے اس نے ڈیوی کو ایک خطرناک مرکب نائیٹروجن کلورائڈ کے خواص کی تحقیقات میں مدد دی جو کہ شدید قسم کے دھماکے سے مرکب ہے۔ تجربوں کے دوران میں کئی مرتبہ چھوٹے چھوٹے دھماکے واقع ہوئے اور ایک دھماکے میں تو فیرڈے کی آنکھوں میں شیشے کے تیرہ ٹکڑے گھس گئے۔ لیکن خیر ہو گئی ورنہ اُستاد اور شاگرد دونوں اُڑ گئے ہوتے۔

اسی سال ڈیوی نے یورپ کی سیاحت کا قصد کیا اور فیرڈے کو اپنے ہمراہ بطور مددگار کے لے لیا۔ اس سفر میں فیرڈے کو ڈیوی کے متعلق تلخ مشاہدے کرنے پڑے۔ شہر جنیوا میں جب ایک سائنس داں نے دونوں کو کھانے پر مدعو کیا تو ڈیوی نے یہ معلوم کرکے کہ اس کو اپنے مددگار کے ساتھ ایک ہی میز پر کھانا ہوگا، دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

باوجود ان تلخ تجربوں کے فیرڈے کے لئے یہ سفر بہت مفید ثابت ہوا۔ مختلف ملکوں کی سیاحت کی وجہ سے اس کی معلومات میں بہت بڑا اضافہ ہوگیا۔ یورپ کے سائنسدانوں کی ملاقات نے سائنس میں اس کے شوق تحقیق کے لئے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ سیاحت سے واپس آکر فیرڈے اپنے کام میں پھر مشغول ہوگیا

اور کچھ عرصہ بعد وہ معمل کا مہتمم اور بالآخر ڈائرکٹر مقرر ہوگیا۔

اب اس نے مختلف تحقیقات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ گیسوں کو مائع کی صورت میں لانے کے طریقے دریافت کئے۔ ایک نئے مرکب بنزین کا انکشاف کیا۔ یہ وہی بنزین ہے جس سے انواع واقسام کے خوشنما رنگ آجکل جرمنی میں تیار ہو رہے ہیں۔

فیرڈے سے پہلے یورپ کے بعض ممالک کے سائنسداں برقی قوت اور مقناطیس کے تعلقات پر تجربے کرکے بہت سی مفید معلومات حاصل کر چکے تھے۔ ان میں سے بعض نے اپنے تجربات سے ثابت کر دیا تھا کہ برقی قوت سے مقناطیسی قوت کیسے حاصل کی جاسکتی ہے فیرڈے نے ان تمام تجربوں کو دہرا کر برقی اور مقناطیسی قوت کے میدان عمل کو وسیع کرنے کے لئے بالکل انوکھے تجربے کرنا شروع کر دئے۔ اس نے سوچا کہ جب برقی قوت سے مقناطیسیت حاصل کی جاسکتی ہے، تو کیا وجہ ہے کہ اس کے برعکس مقناطیسی قوت سے برقی قوت نہ حاصل کی جاسکے۔ اس خیال کو پیش نظر رکھ کر اس نے تجربوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور بالآخر وہ اپنے قیاس میں کامیاب ہوگیا۔ موجودہ ڈائنمو اور برقی موٹریں انہیں تجربوں کا ثمر ہیں۔ برق کے متعلق اس کی تحقیقات نہایت بیش قیمت ہیں۔ برق پاشیدگی سے متعلق دو کلیئے اسی کے نام سے اب بھی طبیعات کی کتاب میں ملتے ہیں۔

فیرڈے کی شہرت اب تمام یورپ اور امریکہ تک پہنچ چکی تھی۔ یونیورسٹیوں نے بڑی بڑی سندیں اور علمی مجلسوں نے اعزازی خطابات اس پر نچھاور کرنا شروع کئے۔ ڈیوی جیسے نامور سائنس داں سے جب کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا سب سے بڑا انکشاف کونسا ہے؟ تو اس نے چھوٹتے ہی جواب دیا "فیرڈے"

لندن یونیورسٹی کی پروفیسری اس کو پیش کی گئی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اور آخرکار جب رائل سوسائٹی کی کرسی صدارت پیش کی گئی جو اس وقت بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا تو اس سے بھی انکار کر دیا اور اپنے ایک دوست سے کہا کہ میں آخر وقت تک صرف "مائیکل فیرڈے" رہنا چاہتا ہوں۔

۱۸۲۵ء میں انگلستان کے وزیراعظم رابرٹ پیل نے فیرڈے کی خدمات کے صلہ میں تین سو پونڈ سالانہ پنشن مقرر کرنا چاہی لیکن ابھی معاملہ طے نہ ہونے پایا تھا کہ پیل کی وزارت ختم ہوگئی نئے وزیراعظم نے فیرڈے کے ساتھ دوران گفتگو میں ایسے الفاظ کہے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ علمی آدمیوں کو کسی قسم کی پنشن دینا اس کے نزدیک ایک فضول سی بات تھی۔ اس پر فیرڈے خفا ہوگیا اور پنشن لینے سے صاف انکار کر دیا۔ بعد میں اس کے دوستوں نے جب سمجھا بجھا کر راضی کرنے کی کوشش کی تو وہ اس وقت تک راضی نہیں ہوا جب تک کہ برطانیہ کے وزیراعظم نے باقاعدہ معافی نہیں مانگی۔

ذرا غور کیجئے، وہی لوہار کا لڑکا فیرڈے جس کو پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا، اور جو کل تک شہر کی گلیوں میں مارا مارا پھرتا تھا، جس کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانا ڈیوی اپنے لئے باعث ذلت سمجھتا تھا، وہی فیرڈے آج یورپ کا مشہور ترین سائنس داں ہے رائل سوسائٹی کا صدر منتخب کیا جا رہا ہے، ڈیوی جیسا نامور اور مغرور کیمیا داں اس کو اپنا سب سے بڑا انکشاف سمجھتا ہے۔ برطانیہ عظمیٰ کا وزیراعظم اس سے معافی مانگنا اپنے لئے بہت ہی بڑی سعادت سمجھتا ہے، اور ملکہ انگلستان کی طرف سے اس کے قیام کے لئے

مکہ کی فتح

مکتبہ جامعہ کی طرف سے مولوی محمد حسین خاں صاحب بچوں کے لیے آنحضرت کی سیرۃ پاک پر ایک کتاب "سرکار دو عالم" کے نام سے تیار کر رہے ہیں۔ اس کتاب کا ایک حصہ پیام بھائیوں کیلئے دیا جا رہا ہے تاکہ دیکھا جائے کہ انھیں کہاں تک پسند آتا ہے۔

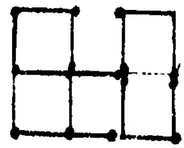
حدیبیہ میں مسلمانوں نے قریش سے صلح کرلی تھی اور یہ طے ہوگیا تھا کہ دس سال تک ایک دوسرے کے خلاف تلوار نہیں اٹھائیں گے۔ صلح کی ایک شرط کے مطابق تمام قبیلوں کو آزادی دے دی گئی تھی کہ مسلمانوں سے یا قریش سے جس سے چاہیں معاہدہ کرلیں۔ اسی بنا پر قبیلہ بنی بکر قریش کا اور قبیلہ خزاعہ مسلمانوں کا طرفدار (حلیف) ہوگیا تھا۔ ان دونوں قبیلوں میں پہلے سے دشمنی چلی آتی تھی اب تمام قبیلوں کی مخالفت کا زور مسلمانوں کی طرف تھا۔ حدیبیہ کے سمجھوتہ کی وجہ سے ذرا سکون ہوا تو پرانی دشمنی پھر تازہ ہوگئی۔ اور دونوں میں لڑائی کا بازار گرم ہوگیا۔ قریش کو چاہیئے تو یہ تھا کہ دونوں میں صلح و صفائی کرا دیتے یا کم از کم حدیبیہ کی صلح کا خیال کرکے ان جھگڑوں سے الگ رہتے۔ مگر انھوں نے تو چوری چھپے اپنے طرفدار قبیلہ کی پوری مدد کی۔ قبیلہ خزاعہ کے لوگ دو دشمنوں کا کہاں تک مقابلہ کرسکتے تھے۔ بے چارے حرم میں چھپ رہے کہ اس زمانہ میں یہی ایک پناہ کی جگہ تھی مگر ان ظالموں نے وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور حرم کی زمین میں جہاں لڑائی بھڑائی حرام سمجھی جاتی تھی انھیں بری طرح قتل کیا۔ 3411C4

اس مظلوم قبیلہ کے جو بچے کچھے لوگ تھے انھوں نے مدینہ پہنچکر آنحضرت سے فریاد کی۔ قریش کا یہ ظلم اور بدعہدی دیکھ کر آپ کو بہت افسوس ہوا اور فرمایا "اے خدا اگر میں ان مظلوموں کی مدد نہ کروں تو تو کبھی میری مدد نہ کیجو" آپنے قریش کو کہلا بھیجا کہ قبیلہ خزاعہ کے جو لوگ قتل ہوئے ہیں یا تو ان کے خون کی قیمت (خون بہا) دیجائے یا قبیلہ بنی بکر سے علیحدگی اختیار کیجائے یا پھر اعلان کیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ مکہ سے جواب آیا کہ تیسری شرط منظور ہے۔ اب سوائے لڑائی کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ آپنے تیاری کا حکم دیدیا اور تاکید کردی کہ قریش کو اس کی خبر نہ ہونے پائے۔

دس رمضان کو آپ دس ہزار مسلمانوں کی فوج لے کر نکلے راستہ میں مسلمان قبیلے آ آ کر ملتے جاتے تھے۔ تھوڑے دنوں میں آپ مکے کے قریب پہنچ گئے اور پڑاؤ ڈال دیا۔ قریش نے لڑائی کا اعلان تو کردیا تھا مگر سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی قوت بہت بڑھ گئی ہے اور ہم میں ان سے لڑنے کی سکت باقی نہیں اس لئے اپنی حماقت پر بہت پشیمان تھے، اب انھیں خبر ملی کہ مسلمانوں کا لشکر قریب آگیا تو اور بھی پریشان ہوئے۔ ابوسفیان اور دوسرے سردار صحیح خبریں لانے کے لئے بھیجے گئے۔ تھوڑی دور پہنچکر انھیں میلوں تک آگ ہی آگ روشن نظر آئی۔ دیکھ کر سہم گئے اور ڈرتے ڈرتے لشکر میں گئے۔ حضرت عمر نے ابوسفیان کو کہیں دیکھ لیا چاہتے تھے کہ وہیں تلوار سے ختم کردیں مگر حضرت عباس نے بچالیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کی جان بخشی کی درخواست کی۔ یہ وہی ابوسفیان ہے جس نے ابوجہل کے بعد اسلام کو مٹانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا، کئی بار مدینہ پر چڑھائی کی تھی، مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا رہتا تھا۔ اُحد اور خندق کی لڑائی میں فوج کا افسر تھا۔ ایسے شخص کی کم سے کم سزا یہی ہوسکتی تھی کہ گردن اڑا دی جائے مگر رحمت عالم کا رحم و کرم دیکھئے کہ اسلام کے ایسے بڑے دشمن کو معاف کردیا۔ یہی نہیں بلکہ اتنی عزت دی کہ جو شخص اس کے گھر میں پناہ لے گا اسے امن دیا جائے گا۔ ابوسفیان پر آپ کی اس مہربانی اور فراخ دلی کا بڑا اثر ہوا اور اسی وقت وہ مسلمان ہوگئے

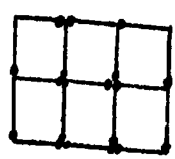
سوچو اور بوجھو

آؤ آج دیا سلائیوں سے کچھ کھیل کھیلیں۔ ڈبیا میں سے ۱۶ دیا سلائیاں نکال لو اور انھیں اس طرح رکھو جیسے ہم نے نیچے نقشہ میں رکھا ہے۔



ہم نے ان ۱۶ سلائیوں سے ۵ مربع (چوکور) بنائے ہیں۔ اب تم ان میں سے بس ۳ دیا سلائیوں کو اس طرح ادھر اُدھر کردو۔ ایک جگہ سے اُٹھاکر دوسری جگہ رکھ دو کہ صرف ۴ مربع رہ جائیں۔

اس طرح ہم نے نیچے ۱۷ سلائیوں سے ۶ مربع بنائے ہیں۔ تم ان میں سے ۵ سلائیاں ہٹادو، بالکل الگ کر دو، مگر ایسے کہ تین مربع رہ جائیں۔



جیسے ہم نے نقشے بنادئے ہیں، ویسے ہی تم بھی اپنے جواب کا نقشہ ایک کارڈ پر بناکر ہمیں بھیج دو۔ ۱۵ مئی تک جواب آجانا چاہیئے۔ تین صحیح جواب والوں کو کوئی اچھا انعام بھیجا جائیگا۔

بقیہ صفحہ ۸

ابھی وہ کچھ دور نہ پہنچا تھا کہ اُس کا بیٹا بھی جو اصطبل میں پہنچتے ہی اپنی شکل تبدیل کرکے بھاگ آیا تھا اس سے پھر آن ملا اور اس طرح دونوں باپ بیٹے کچھ کھا پی کر آگے چلے۔ لڑکا ہر شہر میں کسی کسی جانور کی شکل بدلتا۔ اور اس کا باپ اسی طرح اُسے بیچ ڈالتا۔ پھر لڑکا اپنی شکل بدل کر اپنے باپ کے پاس واپس آجاتا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ فقیر نے جادو کے ذریعہ لڑکے کی ان باتوں کا پتہ چلالیا۔ اُس نے فوراً ایک راجہ کا بھیس بدلا اور جس جگہ لڑکا اور باپ دونوں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں آن پہنچا۔ لڑکے کو جب جادو کے ذریعہ باباجی کے آنے کا پتہ چلا تو اُس نے ایک اونٹ کی شکل بدلی۔ اُس کا باپ بیچنے کے لئے بازار میں آیا۔ فقیر نے جو راجہ کے بھیس میں تھا فوراً اونٹ کی نکیل پکڑلی۔ اور اس کے باپ سے سودا کرنے لگا۔ غرض آٹھ سو روپے میں سودا پٹ گیا۔ فقیر نے فوراً روپے دیدئے اور اونٹ کو لیکر چلا۔ لڑکے کے باپ نے نکیل واپس مانگی فقیر نے کہا کہ سودا کرتے وقت نکیل کی کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی، اس لئے میں نکیل نہیں دونگا۔ فقیر اسکو اپنی کٹی پر لے گیا اور اُس کے بڑے بھائی کو حفاظت کے لئے مقرر کرکے خود نہانے چلاگیا۔ شاگرد نے دیکھا کہ اونٹ پیاسا ہے، وہ اسکو پانی پلانے لے گیا۔ لڑکا نکیل چھوٹتے ہی پانی کے اندر مچھلی بن کے چلاگیا۔ فقیر کو معلوم ہوا تو مگرمچھ بن کے پانی میں گھس گیا۔ لڑکا کبوتر بن کے درخت پر جا بیٹھا اُستاد باز بن کے جھپٹا۔ لڑکا انار بن کر درخت میں لٹک گیا۔ فقیر آدمی کی شکل بدل کر اُسکو توڑنے لگا انار زمین پر گر گیا اور اُس کے دانے بکھر گئے۔ فقیر مرغی بنکر دانوں کو کھانے لگا۔ ابھی فقیر نے دو دانے ہی کھائے تھے کہ ایک بلی نے آکر اُس کا نوالہ بنالیا۔ بلی لڑکا بن گئی اور لڑکا اپنے بھائی کو لیکر باپ کے پاس چلا آیا۔



معدہ کا مریض

(ڈراما)

اشخاص:-

۱۔ مریض
۲۔ حکیم صاحب
۳۔ شاگرد
۴۔ بنگالی ڈاکٹر
۵۔ اسپورٹس کا ایجنٹ

پہلا منظر

(حکیم صاحب کا مطب، فرش بچھا ہے، مسند تکیہ رکھا ہے۔ صدر خالی ہے، حکیم صاحب کے شاگرد مسند کا کونہ دبائے بیٹھے قلم بنا رہے ہیں، ایک مریض داخل ہوتا ہے)

مریض:- آداب عرض ہے حکیم صاحب!

شاگرد:- تسلیم۔ آیئے آیئے حکیم صاحب محلسرا میں ہیں، ابھی تشریف لاتے ہیں۔

مریض:- آپ بھی مریض ہیں؟ میں سمجھا حکیم صاحب ہیں۔

شاگرد:- آپ کی پہلی تشخیص بھی غلط اور دوسری بھی میں طب کا طالب علم ہوں۔ ابھی تکمیل نہیں کی ہے حکیم صاحب کے مطب میں بیٹھا ہوں۔

مریض:- تو یہ کہیے، آپ نیم حکیم ہیں۔

شاگرد:- (مسکرا کر) آپ کا کام تمام کرنے کے لئے کافی ہوں، کہئے کیا شکایت ہے؟

مریض:- ایک شکایت ہو تو کہوں، میں سراپا شکایت ہوں۔

پُر ہوں میں شکوے سے یوں راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیئے کیا ہوتا ہے

شاگرد:- تو حضرت مجھے معاف کیجئے، حکیم صاحب خود ہی چھیڑیں گے۔ آپ کی مضراب انہی کے پاس ہے۔

مریض:- (گھبرا کر) مضراب کیسی؟ یہ تو ضَرَبَ یَضرِبُ کا صیغہ معلوم ہوتا ہے۔

شاگرد:- جی بس انکی اُنگلیاں مضراب ہیں۔ جہاں انہوں نے نبض کے تاروں کو چھیڑا آپ کا باجا خود بخود بجنے لگے گا۔

(حکیم صاحب تشریف لاتے ہیں، دونوں تعظیم کے لئے اُٹھتے ہیں)

حکیم صاحب:۔ (مسند پر بیٹھ کر مریض کو آگے بڑھنے کا اشارہ کرتے ہیں، اور نبض پر ہاتھ رکھ کتے ہیں) فرمائیے۔

مریض:۔ کیا عرض کروں حکیم صاحب! عجب درد لیت در معدہ۔۔

حکیم صاحب:۔ نثر میں ارشاد ہو۔

مریض:۔ ارشاد کیا خاک ہو، آپ نے تو ہتے پر ٹوک دیا۔

حکیم صاحب:۔ طول کو ترک کیجئے، مختصر فرمائیے۔

مریض:۔ قبلہ ابھی میں نے کون سی مطول بیانی کی ہے جو آپ مختصر کی فرمایش کرتے ہیں۔ غضب خدا کا برسوں کی بیماری اور آپ چاہتے ہیں، چند لمحوں میں اس کا حال بیان کر دوں اچھا اب آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ جو کہیئے وہی کہدوں۔

حکیم صاحب:۔ معدے کا حال، جگر کا فعل، اشتہا، اجابت؟

مریض:۔ اللہ رے اختصار! بہت خوب، سنئیے معدے کا حال ناگفتہ بہ، جگر کا قول و فعل دونوں ناقابل اعتبار، اشتہا کا بھوکا ہوں، اجابت کی دعا کرتا ہوں۔

حکیم صاحب:۔ فم معدہ میں کچھ درد کی خلش بھی ہے؟

مریض:۔ فم معدہ! درد کی خلش! حضور فم معدہ میں قلب معدہ میں، روح معدہ میں درد کی خلش نہیں بلکہ درد کا سیلاب ہے۔ درد کا طوفان ہے ؎

درد ہے یہ یا کوئی طوفان ہے۔ ہم تو اس معدہ کے ہاتھوں مر چلے

حکیم صاحب (شاگرد سے مخاطب ہوکر) لکھو (نسخہ لکھواتے ہیں جس کے الفاظ سننے والوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ شاگرد لکھتا ہے)

مریض:۔ لیجئے اب وظیفہ ہونے لگا۔ خدا جانے نسخہ کی نوبت کب آئیگی۔

شاگرد:۔ (مریض سے) یہ نسخہ لیجئے۔ رات کو بھگو دیا کیجئے اور صبح تڑکے پی لیا کیجئے۔

مریض:۔ (نسخہ دیکھ کر) اوہ! کچھ ٹھکانا ہے! کوئی تین چالیس دوائیں ہونگی۔ دوسروں سے اختصار کی تاکید اور اپنی طرف سے یہ طول! کیوں جناب اس نسخہ کی قیمت کیا ہوگی؟

شاگرد:۔ یہ جو دواخانہ نکڑ پر ہے، وہاں چار آنہ میں بندھ جائے گا۔ اور جگہ دام زیادہ لگیں گے۔

مریض:۔ تو لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دیجئے کہ فائدہ کتنے دن میں ہوگا؟

شاگرد:۔ یہی کوئی تین چار برس میں۔

مریض:۔ بجا ہے، ذرا مجھے قلم، دوات، کاغذ عنایت ہو

حکیم صاحب:۔ کیوں خیریت؟

شاگرد:۔ شاید کچھ ناگفتہ بہ حال لکھنا ہوگا۔

مریض:۔ (حساب لگاتا ہے) چار آنے روز۔ سال تین سو ساٹھ دن کا مان لیجئے۔ چار دن کا ایک روپیہ ہوگیا تین سو ساٹھ کو چار سے تقسیم کیا۔ نہیں یہ کیوں کروں، پھر چار سے ضرب بھی تو دینا ہے، تین سو ساٹھ روپے ہوگئے۔ (حکیم صاحب سے) حضرت بقراط زماں، میری جاں بخشی کیجئے، میں ایسے علاج سے باز آیا۔ تین سو ساٹھ روپے کس کے گھر سے لاؤنگا؟

حکیم صاحب:۔ لاحول ولاقوۃ۔ انھوں نے مزاحاً چار برس کہہ دیا آپ نے باور کرلیا، آپ چند روز اس نسخہ کا استعمال کیجئے۔

مریض:۔ جی ایسے چندے میں نے بہت سے دیکھے ہیں ساری عمر آپ ہی حضرات کے علاج میں گذری ہے۔

(اٹھ کر) بس اب اجازت ہو۔ (چلا جاتا ہے)

شاگرد:۔ خس کم جہاں پاک (پردہ گرتا ہے)

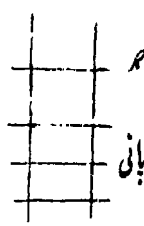
تعلیمی کھیل

عبدالغفار صاحب مدھولی نے بچوں کے لئے کچھ ایسے کھیل مرتب کئے ہیں، جو کھیل کے کھیل ہیں اور تعلیم کی تعلیم۔ ان میں سے ہم چند بطور مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ (مدیر)

جماعت اول

۱۔ لفظ یا جملے پڑھ کر سیڑھی چڑھنے کا کھیل

مقصد:۔ طلبہ کو سمجھ کر پڑھنے کا عادی بنانا



تختہ سیاہ پر ایک سیڑھی بنا کر اس پر مختلف لفظ یا جملے لکھے جائیں، طلبہ کے دو فریق بنائے جائیں ہر ایک فریق کا طالب علم باری باری سے لفظ یا جملے پڑھے، جو صحیح پڑھ لے اُس کا نام اوپر لکھ کر ایک نمبر دیدیا جائے۔ اس طرح دیکھا جائے کہ کونسا فریق جیت جاتا ہے۔

یہی کھیل مندسے پہچاننے کے کام میں بھی لایا جا سکتا ہے۔ سیڑھی کے ڈنڈوں پر بجائے لفظ کے مندسے لکھدئے جائیں۔ عمل وہی ہو جو کھیل نمبر ا میں ہوا ہے۔

۲۔ جسم کے حصے پہچاننے کا کھیل

مقصد:۔ طلبہ کو لفظ شناسی کا عادی بنانا

کاغذ پر کسی جانور کی بڑی سی تصویر بنالیں، کھیل کے وقت تصویر کو نیچے رکھدیں اور طلبہ اُس کے گرد بیٹھ جائیں، اُستاد کے پاس "۳×۴" کے ایسے گتے ہوں جن پر جسم کے مختلف حصے لکھے ہوئے ہوں مثلاً "کان" "آنکھ" "بال" وغیرہ۔ اُستاد باری باری سے ہر ایک طالب علم کو وہ گتے دے اور کہے کہ کان کا گتہ کان پر رکھو اگر طالب علم صحیح رکھے تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ لفظ کو اور اُس حصے کو پہچانتا ہے۔ یہ کھیل دو فریق بنا کر بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سے کمرے کی مختلف چیزوں کے نام گتوں پر لکھ لیں اور بچوں کے ہاتھ میں گتے دے کر اُن سے کہیں کہ جہاں کہیں گتا ہو، وہیں رکھ آؤ مثلاً میز پر [میز] لکھا ہوا گتا رکھیں وغیرہ۔

۳۔ حرف پہچاننے کا کھیل

مقصد:۔ طلبہ کو حروف شناسی کی مشق کرانا

ایک ٹین کے بڑے ٹکڑے پر حروف تہجی کو مختلف خانوں میں خوشخط لکھوالیں

س	ن	و	ک	ہ
م	ر	ل	ت	ی
پ	ج	گ		د

اور طلبہ کے دو فریق بنالیں پہلے فریق کا ایک طالب علم ٹھیکری کو کسی خانے میں پھینکے۔ دوسرے فریق کا طالب علم جہاں ٹھیکری گرے اُس حرف کی آواز بتلائے۔ جواب صحیح ہو تو اُس فریق کا ایک نمبر لکھ لیں اب دوسرے فریق کی باری ہوگی اس طرح دیکھا جائے کہ کونسا فریق جیت جاتا ہے۔

۴۔ حروف شناسی کے تاش کا کھیل

مقصد۔ طلبہ سے حروف پہچنوانا

۲ x ۳ کے گتوں پر حروف تہجی الگ الگ لکھوالیں، چار طالب علم آمنے سامنے بیٹھ جائیں اور یہ گتے بچوں کے ہاتھ میں دیدیں، پہلا طالب علم کوئی سا حرف بول کر چلے مثلاً | س | اب دوسرا طالب علم وہی حرف چلے۔ اسی طرح ہر ایک طالب علم کرے۔ جو طالب علم غلط حرف چلے وہ اُسے واپس کر دیا جائے۔ اس طرح دیکھا جائے کہ کس کے حرف پہلے ختم ہو جاتے ہیں وہی جیتا ہوا سمجھا جائے۔

۵۔ کہانی ترتیب دینے کا کھیل

مقصد: طلبہ کو تیز پڑھنے کا عادی بنانا

مقررہ کہانی کے چھ ترتیب وار جملے منتخب کر لئے جائیں۔ (یہ جملے "۹ x ۴" کے گتوں پر الگ الگ لکھے ہوئے ہوں مثلاً | چڑیا بولی | وغیرہ) ہر ایک طالب علم کے سامنے ایک ایک سٹ رکھ دیا جائے جب اُستاد ایک، دو، تین کہے اُسوقت تمام طالب علم جلدی سے ترتیب وار کہانی کو فریم میں لگا دیں۔ جو طالب علم پہلے ختم کریگا اُسے کل نمبروں کا ½ اور باقی بچے میں سے غلطیوں کا حساب لگا کر نمبر دئے جائیں۔

۶۔ خاموش پڑھ کر عمل کرنے کا کھیل

مقصد۔ طلبہ کو سمجھ کر پڑھنے کا عادی بنانا

۹ x ۴ کے گتوں پر علیحدہ علیحدہ احکامات لکھے جائیں مثلاً | سلام کرو | | تالی بجاؤ | وغیرہ وغیرہ۔ ہر ایک طالب علم کو ایک ایک گتا دیدیں اور باری باری سے پوچھیں کہ جیسا لکھا ہے ویسا عمل کریں جو طالب علم لکھے ہوئے کے خلاف عمل کرے گا اُسے مقررہ نمبر ملینگے۔ اس طرح دیکھا جائے کہ کونسا طالب علم زیادہ نمبر لیتا ہے۔

۷۔ لفظ پہچان کر لکھنے کا کھیل

مقصد۔ طلبہ کو صحیح لکھنے کا عادی بنانا

تختہ سیاہ پر کسی عبارت کا ایک ٹکڑا یا چند جملے لکھ دئے جائیں اور طلبہ سے کہیں کہ اس میں سے چار یا چھ ایسے لفظ ڈھونڈھ کر لکھو جو "ج" سے شروع ہوتے ہوں (یہاں "ج" مثال کے طور پر لکھا گیا ہے اُستاد وہی آواز بتائے جس کے لفظ اُس عبارت و جملوں میں موجود ہوں) اس طرح دیکھا جائے گا کہ کون صحیح لکھتا ہے یہ کھیل فریق بنا کر بھی کھیل سکتے ہیں۔

تختہ سیاہ کی بجائے کتاب کی چند سطریں مقرر کرکے بھی یہ کھیل کھلایا جا سکتا ہے۔

۸۔ دی ہوئی آوازوں سے لفظ بنانے کا کھیل

مقصد۔ طلبہ سے آوازیں پہچنوا کر لفظ بنوانا

تختہ سیاہ پر خانوں میں مختلف حروف لکھ دیں۔ مثلاً

س	م	و
ن	ی	و

اور طلبہ کے دو فریق بنائے جائیں ہر ایک فریق مختلف آوازیں ملا کر بامعنی لفظ بنائے جس کے زیادہ لفظ ہوں گے وہ جیت جائے گا۔

خانوں میں حروف علت ا، و، ی ضرور لکھے جائیں ان کے بغیر الفاظ بنانے کی گنجائش کم رہتی ہے۔

"اس طریقہ تعلیم سے بچوں کو ایسی تربیت حاصل ہوگی جس سے ... [illegible]"

[illegible]

پروجکٹ کیا ہے؟

پروجکٹ طریقے سے ... بچوں کو تعلیم ... [illegible] ... ہیں بہت سے مقاصد میں سے ایک مقصد ... منتخب کر لیتے ہیں ... اسے پورا کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں ... کوشش میں انہیں مختلف مضامین میں کام کرنا پڑتا ہے ... کس طرح مختلف مضامین کا کام کیا جاتا ہے؟

یہ اگر آپ معلوم کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل دو کتابیں پڑھیے۔

باغبانی پروجکٹ　　میلاد النبی پروجکٹ

۸/　　　۸/

مندرجہ بالا دونوں کتابوں میں بہت سی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

یہ اور بہت سی نئی نئی کتابیں ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ۔ قرولباغ دہلی

"... بہت قیمتی ... ہے اور جہاں تک میں دیکھ سکا ہوں ... کیا گیا ہے"

خواجہ غلام السیدین صاحب
پرنسپل ٹریننگ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

بچوں کا کتب خانہ

ترکوں کی کہانیاں

اس کتاب میں ترک بچوں کی بہادری اور ... بہت سی دلچسپ سچی کہانیاں ... [illegible] ... ترک بچوں کی طرح ... کی کوشش کرتے ہیں ... [illegible] قیمت صرف ...

پرستان

[illegible] ... کی کہانیاں ایسی ہیں ... [illegible] ... سمندر کی سنہری پری ... [illegible] ... قیمت حصہ اول ... دوم ...

سیاحوں کی کہانیاں

... اور قطب شمالی ... [illegible] ... جیسے خطرناک مقامات پر پہلے پہل انسانی قدم کب اور کس طرح پہنچا ... عظیم الشان فتوحات کب اور کس طرح حاصل کیں۔ قیمت ...

تاریخ ہند کی کہانیاں

سیکڑوں برس پہلے کے ہندوستان کی ... کہانیاں ایسی آسان اور پیاری زبان میں ... [illegible] ... کے بعد بغیر ختم کئے چھوڑ نہیں سکتا۔ قیمت صرف ...

کاریگری

... صنعتوں کے حالات ... [illegible] ... بننے کی مشین۔ گھڑی ... [illegible] ... چینی، قفل اور چینی کے برتن ... [illegible] قیمت ...

بن باسی رشیم

... ایک کہانی کا ترجمہ دہلی کی بامحاورہ زبان میں ... [illegible] ... مدرسوں میں بطور کورس کے پڑھانے ... [illegible] قیمت ...

[illegible]

... طالب علم

[illegible]

بچوں کا انصاف

[illegible]

... والے

[illegible]

... کے پھول

[illegible]

مکتبہ جامعہ دفتر ... قرول باغ دہلی



رجسٹرڈ ایل
۱۰۷۱
پیامِ تعلیم
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی
پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

بچوں کے لئے

تاریخ اسلام کا جدید نصاب

[illegible] ہمارے نبی

[illegible] نبیوں کے قصے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] خلفائے اربعہ [illegible] اسلام [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] بہت مفید ثابت ہوگا

[illegible] نبیوں کے قصے [illegible] سرکار دو عالم [illegible]

خلفائے اربعہ [illegible] ۱۰/ [illegible] نوجوانانِ اسلام [illegible] ۱۲/

مکتبہ جامعہ، قرولباغ دہلی

قیمت سالانہ
۱ع ۸ر

پیام تعلیم

قیمت فی پرچہ
۲ر

نمبر ۲ | ۱۵ مئی سنہ ۱۹۳۲ عیسوی | جلد ۱۲

فہرست مضامین

اڈیٹر: سعید انصاری بی اے (جامعہ) طابع و ناشر: ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی۔ مطبوعہ۔ جامعہ برقی پریس دہلی

مئی کا مہینہ

مئی کا آن پہونچا ہے مہینہ — بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینہ
بجے بارہ تو سورج سر پہ آیا — ہوا پیروں تلے پوشیدہ سایا
چلی لُو اور تڑاقے کی پڑی دھوپ — لپٹ ہے آگ کی گویا کڑی دھوپ
زمیں ہے یا کوئی جلتا توا ہے — کوئی شعلہ ہے یا پچھوا ہوا ہے

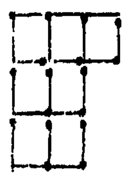
در و دیوار ہیں گرمی سے تپتے — بنی آدم ہیں مچھلی سے تڑپتے
پرندے اُڑ کے ہیں پانی پہ گرتے — چرندے بھی ہیں گھبرائے سے پھرتے
درندے چھپ گئے ہیں جھاڑیوں میں — مگر ڈوبے پڑے ہیں کھاڑیوں میں
نہ پوچھو کچھ غریبوں کے مکاں کی — زمیں کا فرش ہے چھت آسماں کی
نہ پنکھا ہے نہ ٹٹی ہے نہ کمرہ — ذرا سی جھونپڑی محنت کا ثمرہ

امیروں کو مبارک ہو حویلی
غریبوں کا بھی ہے اللہ بیلی

انعامی معمّا

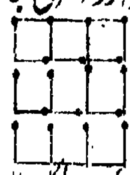
پچھلے پرچہ میں ہم نے دیا سلائیوں کے جو معمّے دئے تھے، اُسے بچوں نے بہت پسند کیا اور اکثر بھائیوں نے لکھا ہے کہ ایسے ہی اور معمّے نکلنے چاہئیں۔ اس لئے آج اور دو معمّے دیا سلائیوں کے ہی دئے جاتے ہیں۔

ڈبیا میں سے ۲۰ دیا سلائیاں لو۔ اور انھیں اس طرح رکھو جیسے ہم نے رکھا ہے۔



ہم نے ان ۲۰ سلائیوں سے ۷ مربع بنائے ہیں اب تم ان میں سے تین سلائیاں ادھر سے اُدھر اس طرح کرو کہ دیا سلائیاں تو وہی ۲۰ کی ۲۰ رہیں مگر مربع ۷ کی جگہ ۵ رہ جائیں۔

اگر یہ کر لیا جائے تو ۴ دیا سلائیاں اور نکالو۔ کل ۲۴ ہو گئیں۔ انھیں اس طرح جماؤ اور ۹ مربع بناؤ



اب ان میں سے ۸ سلائیاں بالکل ہٹا دو مگر ایسی جگہ سے کہ بس دو مربع رہ جائیں۔ دونوں معمّوں کے جواب کا نقشہ ایک کارڈ پر بنا کر ۲۵ر مئی تک ہمیں بھیج دو۔ "اڈیٹر"

نتیجہ انعامی معمّا

۱۵ر اپریل کے پرچہ میں جو تصویری معمّا شائع ہوا تھا اس کے جوابات تاریخ کی ترتیب کے لحاظ سے حسب ذیل آئے ہیں۔

۲۰ر اپریل

۱۔ محمد ریاض الحق درجہ ہشتم مسلم ہائی اسکول پیلی بھیت

۳۰ر اپریل

۱۔ احمد امان اللہ خاں۔ محلہ دو محلہ، رام پور
۲۔ سید مجتبیٰ احمد متعلم ابتدائی نہم۔ جامعہ دہلی
۳۔ مقصود احمد، نور مل اردو اسکول۔ کرالا (بمبئی)
۴۔ زاہد حسین ابن فدا حسین۔ ناگپور
۵۔ مسعود محمود، دریا گنج۔ دہلی
۶۔ شمس الحسن، شملہ
۷۔ این۔ پی فرید۔ حیدرآباد (دکن)

ان میں نمبر ۶، نمبر ۱ اور نمبر ۲ کے حل صحیح ہیں اور اسی ترتیب سے ان کو اول، دوم اور سوم کے انعامات دئے جا رہے ہیں۔ باقی حل میں ذرا ذرا سی غلطی ہے۔ اور وہ زیادہ تر تصویر نمبر ۴ کے متعلق ہے، جو شیر شاہ سوری کے مقبرے کی ہے۔ ذیل میں ان تصویروں کے نام دئے جاتے ہیں۔

نمبر ۱۔ تاج محل، نمبر ۲۔ قطب مینار، نمبر ۳۔ جامع مسجد دہلی، نمبر ۴۔ مقبرہ شیر شاہ سوری

محنت

کسی شہر میں دو کسان رہتے تھے ایک کا نام کام دین تھا اور دوسرے کا رام دین، کام دین بہت محنتی اور جفاکش کسان تھا وہ اپنا کھیت اپنے ہاتھوں سے جوتتا اور کسی کو شریک یا نوکر نہ رکھتا تھا۔ رام دین اپنے کھیت کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں جوتتا تھا۔ بلکہ وہ ہمیشہ دوسروں کو کھیت دیدیتا تھا اور یہ کہدیتا تھا کہ جتنا اس کھیت میں اناج پیدا ہو اس کا نصف مجھکو دینا اور نصف تم رکھ لینا۔ رام دین کے جو شریک ہوتے وہ بہت بد دیانت ہوتے جب فصل آتی تو وہ اناج کاٹ کر پہلے نصف حصہ تو اپنے گھر لیجاتے اور باقی نصف میں سے آدھا رام دین کو دیتے اور آدھا خود لے جاتے اس طرح دو تین سال تک یہ معاملہ چلتا رہا اور رام دین نصف کا نصف حصہ لیا کرتا۔ اس طرح جب سال کے اخیر میں وہ چوتھائی حصہ غلہ کا ختم ہوجاتا تو رام دین کو دوسرا اناج بازار سے خریدنا پڑتا۔ رام دین کی آمدنی کا کوئی اور ذریعہ نہ تھا اور اس لئے اسے غلہ قرض لینا پڑتا تھا۔ لیتے لیتے یہ قرض بہت بڑھ گیا یہاں تک کہ اسکو اپنی جائداد کا نصف حصہ فروخت کرنا پڑا اس نے اپنی گاؤں میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ میں اپنی زمین کا نصف حصہ فروخت کرنا چاہتا جس کو لینا ہو وہ میرے پاس آئے اور خریدے۔ اسی گاؤں میں کام دین بھی رہتا تھا وہ اسکے پاس گیا اور کہا کہ میں تمہاری زمین کا نصف حصہ لونگا اس نے پوچھا کیا دوگے؟ اس نے کہا کہ میرے اوپر ۸۰۰ روپے کا قرض ہے، اگر تم اس کو ادا کردو، تو زمین کا نصف حصہ لے لو۔ اس نے کہا کہ "اچھا میں ادا کردوں گا"۔ کام دین نے جائداد اپنے نام لکھوالی اور اسی سال اس نے اس زمین میں ہل جوتا۔ اور خود ہی اُسکی دیکھ بھال کی تو بہت اناج پیدا ہوا۔ اور۔ اس نے رام دین کے سارے روپے ادا کردئے اور اس سے کہا کہ دیکھا بھائی! تم تو شہر

محنت

کام گر مشکل ہے تو ہوتا ہے کیا　　آپ کی محنت کا ہے بس فیصلہ
وقت کی تنگی تو خود بڑھ جائیگی　　وقت کا کرنا نہیں اچھا گلہ
ہاں مگر ہے شرط پابندی ضرور　　کام کرنے کا ہے گر کچھ مدعا
کام کرنا ہے تو بس کر لو اسے　　راہ تکنے سے نہیں کچھ فائدہ
مرد ہو تو بس کرو خاموش کام　　نہ اُٹھو جب تک نہ کر لو انتہا
سرخروئی کی ہے کچھ خواہش اگر　　کامیابی کا ہے گر کچھ حوصلہ
بس یہی جملہ رہے پیشِ نظر　　لیس للانسان الا ماسعیٰ
علم سے روشن ہے یہ سارا جہاں　　جاہلوں کو کب ہے کوئی پوچھتا

اے عمادی ہے ترقی کا یہ گُر
سعیِ پیہم سے نہ گھبرانا ذرا

ابراہیم عمادی (جامعہ)

باقی

تبت اور اہل تبت

اہل ہند ملک تبت کو دنیا کی چھت کہتے ہیں۔ یہ ایک سطح مرتفع ہے۔ تقریباً ریاستہائے متحدہ امریکہ کے $\frac{1}{3}$ حصہ کے برابر ہے۔ یہ ملک دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور سمندر کی سطح سے کوئی دو میل بلند ہے۔ اس میں کئی دریا ہیں۔ دریائے اند تبت کے مغربی جانب سے نکلتا ہے۔ دریائے یانگ سی کیانگ اور دریائے برہمپتر جو سرزمین ہند کے مشرقی حصہ کو سیراب کرتا ہے۔ دریائے ہوانگ ہو جو ملک چین کا ایک بڑا دریا ہے ان سب کا مخرج شمال مشرقی تبت ہے۔ تبت نہایت ناہموار ملک ہے۔ یہاں پہاڑ بھی ہیں اور ریگستان بھی صحرائے گوبی کا ایک بہت بڑا حصہ اس میں پڑتا ہے۔ آب و ہوا اس ملک کی بہت خشک ہے۔ اگرچہ پہاڑ برف سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ پھر بھی موسم گرما جو کہ مئی کے مہینہ سے شروع ہوکر اکتوبر میں ختم ہوتا ہے سخت گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ موسم خزاں میں درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ پتے اس قدر خشک ہوجاتے ہیں کہ لوگ اس کا سفوف بناتے ہیں۔ ہوا بہت تیز ہوتی ہے۔ درخت کی بڑی بڑی شاخیں ہوا کے جھونکوں سے ٹوٹ جاتی ہیں۔

اہل تبت کھانے میں نمک نہیں استعمال کرتے۔ سردی کی وجہ سے وہاں گوشت وغیرہ خراب نہیں ہوتا۔ وہ گوشت کو گھر سے باہر دروازہ پر لٹکا دیتے ہیں۔ خشک ہوا اسکی نمی کو جذب کرلیتی ہے۔ اور وہ بہت جلد سوکھ جاتا ہے۔ گوشت اہل تبت کی عام غذا ہے۔ دنبا یا بھیڑ جیسے ہی ذبح کیا جاتا ہے، کھال نکالنے کے بعد اسے گھر سے باہر ٹانگ دیتے ہیں۔ گوشت سوکھ کر سخت ہوجاتا ہے۔ اور کافی مدت تک محفوظ رہتا ہے۔ یہ لوگ چربی اور گوشت نہایت شوق سے کھاتے ہیں۔ یہاں کے لوگ تمباکو کے بہت شوقین ہوتے ہیں اس کی صورت میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

یہاں کی آبادی تین لاکھ کے قریب ہے۔ جو اس خشک اور سرد میدان میں رہتی ہے۔ ان میں قبیلے ہوتے ہیں اور ہر ایک قبیلہ کے رسم و رواج نہایت عجیب ہوتے ہیں۔ ان کی شکل و شباہت بھی خاص طرح کی ہوتی ہے، رنگ گندمی ہوتا ہے۔ انکے داڑھی مونچھ نہیں ہوتی ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چمٹا ہوتا ہے جس سے وہ داڑھی اور مونچھوں کے بال اکھیڑتے رہتے ہیں۔ بعض قبائل کے سر کے بال پیچ دار ہوتے ہیں اور بعض کے بالکل سیدھے۔ لیکن ان کا لباس قریب قریب ایک طرح کا ہوتا ہے۔ موسم سرما میں بھیڑ کے چمڑے کا کپڑا پہنتے ہیں۔ بال والا حصہ اندر ہوتا ہے اور کھال والا باہر کی طرف رکھتے ہیں۔ عموماً کپڑے پر کپڑا اور کوٹ پر کوٹ پہنتے ہیں۔ مرد عورت دونوں بڑے بڑے جوتے پہنتے ہیں۔ یہ لوگ خوشنما اور شوخ رنگ کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ اکثر سرخ، بنفشی

([illegible])

ایک باپ کا خط بیٹوں کے نام

ایک خط اس سے پہلے کے پیام تعلیم میں چھپ چکا ہے۔ یہ دوسرا خط ہے۔ اُمید ہے کہ پیام بھائی اسی دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے (اڈیٹر)

بیٹے اقبال اور احسان۔

تمہارے شیخ الجامعہ صاحب کا کل ایک خط آیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ تمہارے یہاں تعطیل ہونے والی ہے۔ اب تم لکھو کہ کب سے ہونے والی ہے تاکہ میں تمہارے لانے کے لئے کسی کو بھیجوں۔

اور کیوں جناب بشیر صاحب کے بھیجے ہوئے امرود تنہا کھائے۔ آخر ماں باپ کو امرود نہیں بھیجے تو کم از کم ان کو بتا دیا ہوتا۔ کہیں یہ تو اندیشہ نہیں تھا کہ ہم لوگ اپنا اپنا حصہ مانگ بیٹھیں گے۔

تمہارے ماں باپ کو یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی کہ تم دونوں وہاں جی لگا کر پڑھتے ہو اور خوب کھیلتے کودتے ہو اور تمہارے دوست اور اُستاد صاحبان تم لوگوں سے بہت خوش ہیں۔

ہم لوگ ہمیشہ دعا کرتے ہیں کہ تم سب تندرست رہو اور بڑے قابل اور سچے مسلمان بن جاؤ۔ یہ سب باتیں نماز پڑھنے اور بڑوں کا کہنا ماننے سے حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان سب باتوں سے خدا خوش ہوتا ہے اور جب خدا خوش ہوجاتا ہے تو پھر تمام لوگ خوش ہوجاتے ہیں۔

تمہارے ماں باپ نے تم کو اپنے سے علیحدہ کرکے اتنی دور اسی لئے بھیجا ہے کہ تم پڑھ کر خوب نام پیدا کرو۔ جتنے بڑے بڑے لوگ ہوئے ہیں ان سب نے اپنے بچپن میں بڑی تکلیف اور محنت سے پڑھا لکھا۔ اس کا بدلہ خدا نے یہ دیا کہ بڑے ہوکر وہ بہت مشہور ہوگئے۔ تمہارے شیخ الجامعہ صاحب نے بھی بچپن میں ایسا ہی کیا اور اب وہ دیکھو کتنے مشہور ہیں۔

اتنے مشہور ہوئے ہیں کہ ابھی انھوں نے الہ آباد میں ایک لکچر دیا تھا اس کے بدلے میں اُن کو ایک ہزار روپے ملے اور تمام لوگوں نے بڑے زور زور سے تالیاں بجائیں اور انکی خوب عزت ہوئی۔

یہ سب محض اس وجہ سے ہوا کہ انھوں نے بچپن میں خوب جی لگا کر پڑھا۔ بڑوں کا کہنا مانتے تھے، چنانچہ خدا خوش ہوگیا اور اب ان کو اتنی عزت دی۔

دیکھو وہ کتنے معمولی کپڑے پہنتے ہیں۔ کیسا معمولی سا جوتا ہوتا ہے۔ لیکن لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ ان کے علم اور اچھائیوں کی قدر کرتے ہیں۔ گاندھی جی کو دیکھو وہ تو صرف ایک لنگوٹی باندھے رہتے ہیں لیکن اتنی عزت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے بادشاہوں کی بھی نہیں ہوتی۔

پھر یہ کیا بات ہے کہ لوگ ذاکر صاحب اور گاندھی جی

کی اتنی عزت کرتے ہیں۔ ان کے پاس نہ اچھے کپڑے ہیں نہ اچھے مکانات ہیں نہ موٹر کار ہیں نہ کچھ ہے نہ کچھ۔

اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے بچپن میں علم حاصل کیا، بڑے کاموں سے بچتے رہے اور لوگوں کی خدمت کی جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ اُن سے خوش ہوا اور ان کو یہ رتبہ دیا۔

او، بیٹے! دیکھو تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ اس پر ہر رات میں جب سونے کے لئے آرام سے چارپائی پر لیٹو تو غور کرو اور صبح اُٹھ کر اس پر عمل کرو۔

خدا جب خوش ہوتا ہے تو وہ خود تھوڑا ہی آسمان پر سے روپیوں کا منی آرڈر یا امرودوں کا پارسل بھیجتا ہے وہ خوش ہوتا ہے تو تمہاری محبت سب کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ پھر کوئی امرود بھیجتا ہے اور کوئی روپے۔ کوئی خوش ہو کر تالیاں بجاتا ہے اور کوئی تم کو گود میں لے کر تمہاری تعریف کرتا ہے۔ اس لئے بیٹے خدا کو خوش کرنا چاہو تو خدا کے بندوں کی خدمت کرو۔ جب خدا دیکھے گا کہ تم خدا کے بندوں کی خدمت اور عزت کرتے ہو تو وہ تم سے خوش ہو جائیگا۔ اور پھر تم لوگ بھی ذاکر صاحب اور گاندھی جی کی مانند ہو جاؤ گے۔ اس وقت تمہارے باپ تم سے خوش ہونگے اور تمہارا شکریہ ادا کریں گے۔ تمہاری بہنیں سلمیٰ اور عذریٰ اور تمہارا بھائی منا اور بھی خوش ہوگا۔

اچھا تو اب کے تم آؤ گے تو میں پوچھونگا کہ تم نے اپنے دوستوں میں کس کی خدمت کی؟ کون کون سے اچھے کام کئے؟ اس وقت میں تم لوگوں کو بتاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں سے کتنا خوش ہوا۔ اور اس نے میرے دل میں تمہاری کتنی محبت ڈال دی اور مجھ سے کیا انعام دلوانا چاہتا ہے؟

نیکی اور خدمت کے معنی یہی نہیں کہ تم کسی کا کام کر دو۔ بلکہ نیکی یہ بھی ہے کہ تمہارے دوست تم کو ناراض کریں یا ستائیں تو تم ان کو نہ ستاؤ نہ گالی دو بلکہ ان کو سمجھا دو، اور وہ نہ سمجھیں تو خاموش ہو جاؤ۔ گالی کا جواب گالی سے نہ دو تو یہ بھی بڑی بھاری نیکی ہے۔ یہ بھی بڑی نیکی ہے کہ سچ بولو، چاہے تمہارا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو۔ پٹ جانے یا بدنام ہونے کا خطرہ ہو تب بھی سچ بولو۔ مار کھانا یا بدنام ہونا اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ تم جھوٹ بول کر مار کھانے یا بدنامی سے بچو۔

اچھا بیٹے اقبال اور احسان خدا حافظ! میرے اس خط کو تم خود کوشش کرکے پڑھو۔ جہاں نہ سمجھو یا نہ پڑھا جائے تو اختر صاحب سے پڑھوا لینا یا سمجھ لینا۔

اس خط کو ہمیشہ فرصت کے وقت پڑھ لیا کرو۔ اچھا تم دونوں اس خط کی نقل کرکے میرے یہاں اپنے ساتھ لانا تو میں تم کو انعام دونگا۔ اور تمہاری اماں بی بھی انعام دیں گی۔

تمہارا دعاگو

رشید

دعاگو کے معنی پوچھ کر یاد کر لینا۔



منت



فاطمہ کے کئی بچے پیدا ہوئے لیکن بدقسمتی سے وہ سب کے سب بچپن ہی میں مر گئے۔ اس کی یہ دلی خواہش تھی کہ کوئی ایک لڑکا بچ جائے تاکہ وہ بھی اس کے بڑھاپے میں کام آئے۔ دو سال کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام رحیم رکھا گیا۔ رحیم اگرچہ اتنا خوبصورت نہ تھا لیکن فاطمہ اس کو انتہا سے زیادہ پیار کرتی اور ہر وقت سینے سے لگائے رہتی تھی۔ وہ ڈرتی تھی کہ جس طرح اس کے اور بچے نظر بد کی نذر ہو گئے ہیں، کہیں یہ بھی نہ ہو جائے۔ گاؤں کی دوسری عورتوں نے جب یہ دیکھا تو کہنا شروع کیا کہ تمہارے ہی ایک انوکھا لڑکا پیدا ہوا ہے کہ تم اسے ہر وقت سینے سے لگائے رہتی ہو؟ لیکن فاطمہ نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

اب رحیم چار سال کا ہو چکا تھا اس لئے فاطمہ اسے پالنے پر لٹا کر گھر کا کام کاج کر لیا کرتی تھی۔ ایک دن جب کہ فاطمہ رحیم کو پالنے پر سلا کر روٹی پکا رہی تھی کہ یکایک اس کے کان میں "اماں" "اماں" کی آواز آئی۔ آواز کا کان میں پہنچنا تھا کہ وہ روٹی کو توے پر چھوڑ کر رحیم کی طرف دوڑی۔ منڈھے پر سے رحیم کو گود میں اُٹھا لیا۔ ادھر اُدھر گالوں پر دو ایک بوسے دئے اور کہا "کیا ہے میرے لال؟ کیا ہے؟" رحیم نے جواب دیا "اماں! سر میں درد ہوتا ہے۔"

فاطمہ جس نظر بد سے رحیم کو بچانے کے لئے ہر وقت اسی سینہ سے لگائے رہتی تھی لیکن رحیم نظر بد سے نہ بچ سکا۔ درد کا سننا تھا کہ وہ گھبرا گئی اور وہ تمام خیالات پھر اس کے دماغ میں چکر لگانے لگے کہ میرے جتنے بچے مرے سب اسی سن اور اسی بیماری میں۔ اس کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ بیچاری بڑی پریشان ہوئی۔ فوراً ہی رحیم کے والد کو (محمد اسحاق صاحب) جو لکھنؤ میں ملازم تھے تار دیا۔

اب ذرا والد کی کیفیت سنیے۔ اس بیچارے کو تار ملنا تھا کہ وہ پاگلوں کی طرح فوراً اپنے افسر کے بنگلے کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے افسر نہ مل سکا۔ انھوں نے اُس وقت کی رات کے دس بجے تک پچاسوں چکر لگائے لیکن بے سود بڑے پریشان ہوئے۔ دل میں خیال آیا کہ چلو بغیر چھٹی لئے گھر چل دیں مگر پھر خیال آیا نہیں نوکری کا معاملہ ہے۔ ایسی سخت غلطی نہ کرنا چاہئے۔ آخر چپ چاپ گھر میں آکر لیٹ رہے۔

جب افسر دس بجے رات کو تفریح سے واپس ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ محمد اسحاق کئی مرتبہ دوڑ دوڑ کر آیا لیکن وہ اس سے نہ مل سکا۔ چونکہ محمد اسحاق افسر کی آنکھوں میں جگہ کر چکا تھا اس افسر نے فوراً ایک نوکر کو بھیج کر بلایا کہ کیا بات ہے۔ آج تک محمد اسحاق کبھی اتنی رات گئے نہیں آیا لیکن آج کیا بات ہے۔ نوکر سے یہ خبر سن کر محمد اسحاق صاحب بہت خوش ہوئے اور

بنگلے پر پہنچے۔ بڑی دیر تک بحث مباحثہ کرنے کے بعد افسر نے چھٹی دی۔ محمد اسحاق اب تو پھولے نہیں سماتے تھے۔ فوراً افسر سے رخصت ہوکر مکان پہنچے۔ بستر اور دوسری چیزیں ساتھ لیں اور اسٹیشن کی راہ لی۔ اتفاق سے وہ جس گاڑی سے جانے والے تھے، تیار ملی فوراً دوڑ کر ٹکٹ لیا اور سوار ہوگئے۔

اس عرصہ میں فاطمہ نے اپنے نوکر کو ایک حکیم صاحب کے پاس جن کی وہ بڑی تعریفیں سن چکی تھی، بھیج کر ان کو بلوایا۔ حکیم صاحب یہ سن کر بڑے خوش ہوئے کہ چلو آج تو کچھ نہ کچھ ہاتھ لگ ہی جائیگا فوراً کپڑا پہنا اور روانہ ہوگئے۔ یہاں آکر رحیم کو دیکھا تو بخار اپنے پورے زوروں پر تھا، حکیم صاحب بہت گھبرائے لیکن ایک نسخہ لکھ کر فاطمہ کو تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں لڑکا جلد اچھا ہو جائے گا۔ فاطمہ نے دوپٹے کے آنچل سے دو روپے کھول کر حکیم صاحب کے حوالہ کیا۔ حکیم صاحب تو زبان سے نہیں نہیں کا کلمہ پڑھتے رہے لیکن دل نے اس کی گواہی نہ دی اور ہاتھ نے اس کو پورا کردیا پھر حکیم صاحب نے خوش خوش گھر کا راستہ لیا۔

اب محمد اسحاق صاحب بھی گھر پہنچ چکے تھے۔ باقاعدہ علاج ہو رہا تھا لیکن کوئی فائدہ محسوس نہ ہوتا اور بخار ترقی کرتا جاتا یہ دیکھ کر فاطمہ بہت گھبرائی۔ اس طرح سے متواتر گیارہ دن گزر گئے لیکن رحیم کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ حکیم صاحب کو پھر بلایا گیا حکیم صاحب تشریف لائے اور رحیم کو دیکھ کر کہا کہ "ان کا بخار بیسویں دن کم ہوگا۔ پھر نسخہ کو بدل کر کچھ پیسے لے کر چل دئے۔

رحیم کی حالت روز بروز ابتر ہوتی گئی یہاں تک کہ بیسواں دن بھی آگیا لیکن بخار میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ پھر حکیم صاحب کو بلایا گیا۔ حکیم صاحب تشریف لائے۔ رحیم کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ بخار اپنے انتہائی شباب پر ہے۔ اور اس کی حالت ابتر ہو رہی ہے

پھر محمد اسحاق صاحب کی طرف مخاطب ہوکر کہا "دیکھا بھائی اسحاق! آج کی رات بڑی کٹھن رات ہے۔ ذرا ہوشیار رہنا بخار یکایک کم ہو جائے گا۔ فاطمہ کا "کٹھن" کا لفظ سننا تھا کہ اس کے ہوش و حواس گم ہوگئے۔ اسے بالکل یقین ہوگیا کہ اب رحیم نہ بچے گا۔ اور وہیں سجدے میں گر کر دعا مانگی کہ "اے محمد صاحب! اگر میرا لڑکا اس مصیبت سے بچ گیا تو میں غریبوں کو کھانا کھلاؤنگی اور آپکی قبر پر بڑی دھوم دھام سے چادر چڑھاؤنگی" اس کے بعد سر کو اٹھایا تو اسے کچھ ایسا محسوس ہوا کہ اس کے دل کو کوئی اطمینان دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ گھبراؤ مت، تمہارا لاڈلا بیٹا اچھا ہو جائے گا" جب حکیم صاحب تشریف لے گئے تو دوڑی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے منت مانی ہے جس کی وجہ سے میرا دل یہ کہہ رہا ہے کہ رحیم اچھا ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ وہیں بیٹھ گئی۔ (باقی آئندہ)

بقیہ صفحہ ۴

میں ہوٹلوں میں اور دکانوں کی سیر کرتے پھرتے ہو اور اپنی کھیتی کی کچھ خبر نہیں لیتے۔ تمہارے اوپر قرض ہونے کا اصلی باعث یہ ہے کہ تم خود اپنے ہاتھ سے کھیت نہیں جوتتے اور دوسرے کو جوتنے کے واسطے دیدیتے ہو، کام دین کے یہ الفاظ سن کر رام دین بہت رنجیدہ ہوا اور کہا کہ "اب سے میں اپنے ہاتھ سے کھیت خود جوتونگا" اور آئندہ سال اس نے اپنے ہاتھ سے جو جوتا تو بہت غلہ پیدا ہوا اور چند ہی سال میں وہ بڑا دولتمند کسان بن گیا۔

مکہ میں مسلمانوں کا داخلہ

اس سے پہلے مکہ کی فتح کا حال آچکا ہے۔ اب یہ بتایا جاتا ہے کہ مکہ میں مسلمانوں کا داخلہ کس طرح ہوا، اور انھوں نے اہل مکہ کے ساتھ کیا سلوک کیا (اڈیٹر)

صبح کو مسلمانوں کا یہ عظیم الشان لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا آپ نے پہلے ہی اعلان کرا دیا تھا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا، ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا یا دروازہ بند کرلے گا اسے امن دیا جائے گا۔ قریش پر مسلمانوں کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ اس لئے کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ صرف چند جوش میں بھرے ہوئے نوجوانوں سے حضرت خالد کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ انھوں نے دو مسلمانوں کو شہید کردیا تو حضرت خالد بھی مجبوراً مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے مگر دشمن ایک درجن لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مکہ میں داخل ہونے کے بعد آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حرم کو ۳۶۰ بتوں کی نجاست سے پاک کیا۔ خود کعبہ میں کئی بت تھے انھیں نکلواکر پھنکوایا۔ دیواروں پر تصویریں بنی تھیں اُنھیں مٹایا اور اللہ کا یہ گھر ہزاروں برس بعد ہمارے نبی کی برکت سے اس قابل ہوا کہ اللہ پر ایمان لانے والے بندے اس میں سچے دل سے عبادت کرسکیں۔ جب پوری صفائی ہوگئی تو آپ نے کعبہ کی کنجی منگوائی حضرت بلال کے ساتھ اندر تشریف لے گئے، نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے وعدہ کے مطابق مسلمانوں کو اپنے گھر پر قبضہ دلایا جو اس کے صحیح حق دار تھے۔

مکہ کے لوگ حرم میں آکر جمع ہوگئے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں محمدؐ کے دربار سے اکیس سال کے جرموں کی کیا سزا ملتی ہے۔ وہ خوف سے کانپ رہے تھے۔ ان کا یہ خوف بے جا نہ تھا، اس لئے کہ انھی میں وہ لوگ تھے جنھوں نے آپکو طرح طرح سے تکلیفیں پہنچائی تھیں، گالیاں دی تھیں، منہ پر خاک ڈالی تھی، اینٹوں اور پتھروں سے جسم مبارک کو لہو لہان کیا تھا، آپ کے قتل کی تدبیریں کی تھیں آپ کے غریب اور بے کس ساتھیوں پر طرح طرح کے ظلم توڑے تھے، یہاں تک کہ کئی مسلمان مرد اور عورتیں ان ظلموں کو سہتے سہتے شہید ہوگئے تھے۔ انھی میں وہ لوگ تھے جنھوں نے حضرت زیدؓ اور حضرت خبیبؓ کو صرف مسلمان ہونے کے جرم میں نہایت بے دردی سے شہید کردیا تھا، انھی میں وہ لوگ تھے جو اسلام کو مٹانے کے لئے بار بار مدینہ پر چڑھائی کرتے تھے، انھی میں وہ بدبخت بھی تھی جس نے آپ کے حقیقی چچا حضرت حمزہ کے ناک کان کاٹ کر گلے کا ہار بنایا تھا، اور جگر تک چبا گئی تھی، آج ان ظلموں کا ان سفاکیوں کا بدلہ ملنے والا تھا ہر شخص دم بخود تھا اور پشیمان!

"آپ نے اس موقع پر ایک زبردست تقریر کی اور فرمایا "اے قریش کے لوگو! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر خدا نے مٹادیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے

اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور

قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں پہچانے جاؤ، بیشک اللہ کے نزدیک شریف وہ ہے جو پرہیزگار ہو"

پھر آپ نے مجمع کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

"لوگو! تمہیں معلوم ہے، میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟"

سب کے سر شرمندگی سے جھک گئے اور نہایت عاجزی سے کہنے لگے۔

"آپ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں"۔ آپ نے فرمایا

"تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ سب آزاد ہو"

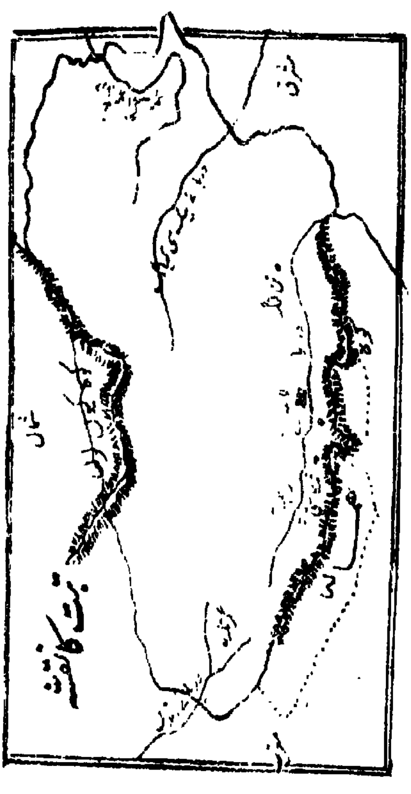
آپ کی اس شرافت، رحم و کرم اور فراخ دلی سے مکہ کے بہت سے لوگوں کے دل پسیج گئے اور بہت سے کافر اسی وقت دل سے اسلام لے آئے۔

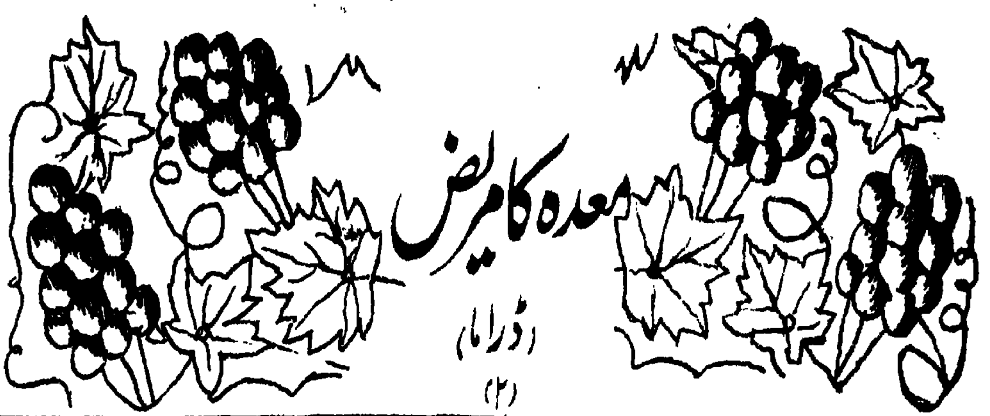
مکہ میں آپ ۱۵ روز تک ٹھہرے رہے اس عرصہ میں مکہ کے بیشمار مرد اور عورتیں اسلام لائے۔ کچھ لوگ ڈر کے مارے مکہ سے بھاگ گئے تھے، یہ وہی لوگ تھے جو اسلام کی مخالفت میں بہت سرگرم تھے اور سمجھتے تھے کہ ہماری سزا قتل کے سوا اور کچھ نہ ہوگی مگر آپ نے انھیں بھی معاف کردیا

بقیہ صفحہ (۵)

اور نیلے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ مرد عورت دونوں بڑے بڑے جوتے پہنتے ہیں۔ جوتوں کا رنگ بھی خوبصورت رکھتے ہیں۔ اس ملک کے بعض حصے کے لوگ سر کے بال کٹواتے ہیں اور بعض لوگ سر کے بالکل نہیں کٹواتے شمالی تبت میں عورت مرد دونوں سرخ ٹوپیاں پہنتے ہیں۔ موسم سرما میں نوکدار لمبی ٹوپیاں پہنتے ہیں۔ یہ سرخ ریشم کی بنی ہوتی ہے اور کانوں تک پہنچتی ہے۔

یہاں کے عورت اور مرد دونوں زیور کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ اور مرد بغیر کسی تکلف کے کانوں میں بالیاں پہنتے ہیں۔ ان بالیوں میں ہیرے جواہرات لگے ہوتے ہیں۔ عورتیں سونے چاندی کے مختلف قسم کے زیورات پہنتی ہیں۔ (باقی)





معدہ کا مریض

(ڈراما)

(۲)

دوسرا منظر

(بنگالی ڈاکٹر صاحب کا مطب۔ میز کرسی لگی ہے۔ صدر میں ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہیں اور ان کے قریب ہمارے مریض)

ڈاکٹر:۔ ویل مائی ڈیر سر واٹ کین آئی ڈو فار یو؟

Well, my dear sir! What can I do for you?

مریض:۔ آپ تو نسخہ بتانے لگے۔ پہلے حال تو سن لیجئے۔

ڈاکٹر:۔ اور آپ انگلش نہیں جانتا۔ آپ کو کیا ہوگیا؟

مریض:۔ مجھے کچھ نہیں ہوا آپ اپنے دماغ کا کیا علاج کیجئے۔

ڈاکٹر:۔ آپ کو کیا مرج؟

مریض:۔ پہلے یہ بتائیے کہ آپ بھی حکیم صاحب کی طرح اختصار پسند طول نویس ہیں؟

ڈاکٹر:۔ کیا کہا ہم نہیں سمجھا۔

مریض:۔ پورا حال کہوں یا تار کی زبان میں گفتگو کروں۔

ڈاکٹر:۔ بہوت بات نہیں، کام کا بات۔

مریض:۔ بہت اچھا کام کا بات سنیے۔ معدہ خراب، سینے میں جلن، پیٹ میں ریاح، قبض

ڈاکٹر درد ہوتی ہے؟

مریض:۔ ہوتی نہیں ہوتا ہے۔ (پیٹ پر ہاتھ رکھ کر)

اک ہوک یہاں پر اٹھتی ہے اک درد یہاں پر ہوتا ہے

ہم رات کو اٹھ کر روتے ہیں جب سارا عالم سوتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ آپ روئیے نہیں اچھا ہو جائیگا۔ آپ اسٹول اگزامن کرایا۔

مریض:۔ کیا کیا، اسٹول کیسا؟

ڈاکٹر:۔ فجلہ! فجلہ!

مریض:۔ ہاں فضلہ۔ پھر؟

ڈاکٹر:۔ موائنہ کرایا؟

مریض:۔ فضلہ کا بھی معائنہ ہوتا ہے، یہ آج سنا! اس چودھویں صدی میں جو کچھ نہ ہو کم ہے۔ جی نہیں میں نے معائنہ نہیں کرایا، اور کراؤں کیسے مجھے تو ہمیشہ قبض رہتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ ہم آپ کا پیٹ دیکھے گا۔ آپ چل کر سیج پر لیٹ جائے گا۔

مریض:۔ جناب پہلے یہ بتا دیجئے کہ لیٹنے کی قیمت کیا ہوگی؟

ڈاکٹر:۔ پہلے ہم دیکھ لے تب بتائے سکتا۔

مریض:۔ جی نہیں پہلے آپ بتا دے تب ہم دکھانے سکتا۔

ڈاکٹر:۔ آپ کیسا آدمی ہے؟ پھر آپ کا خوشی، دوائی کا قیمت دو روپیہ روج۔

مریض:۔ فائدہ کتنے دن میں ہوگا؟

ڈاکٹر:۔ او معدے کے مرج کو فائدہ بہوت دن میں ہوتا ہے۔

مریض:۔ آخر؟

ڈاکٹر:۔ کم سے کم چھ مہینا۔

مریض:۔ چھ صفر کا صفر یہ صفر چھ تے اٹھارہ۔ ایکسو اسی۔ اٹھارہ دونی چھتیس صفر تین سو ساٹھ لیجئے وہی تین سو ساٹھ ہوگئے۔

ڈاکٹر:۔ او آپ کو دورہ ہوا، ہم دوائی دیتا۔

مریض:۔ جی دورہ ووره کچھ نہیں ہوا، ہاں قلب پر ضرور صدمہ پہنچا ہے، کیوں حضرت اس سے مہنگا علاج کوئی اور نہیں ہے۔ یہ تو آپ نے سستا نسخہ بتا دیا

ڈاکٹر:۔ او، آپ مہنگا علاج چاہتا، آپ جرمنی چلا جائے وائزنگ بلیس۔

مریض:۔ کیسی بلیس؟

ڈاکٹر:۔ چشمے کا جگہ۔ گندھک کے چشمے کا۔

مریض:۔ تو اپنے گھر کے کنوئیں کا پانی کیوں نہ پیوں، رنگ بالکل گندھک کا سا، بو اور مزہ اس سے بھی بڑھ کر۔ کیوں صاحب اس گندھک کے علاج میں کتنا خرچ ہوگا؟

ڈاکٹر:۔ ہم کو ٹھیک مالم نہیں، تیس ہجار۔ بیس ہجار

مریض:۔ دس ہزار، بیس ہزار، چالیس، پچاس ہزار۔ آپ کا کیا جاتا ہے۔ بہاڑا پڑھتے جایئے۔ حضرت میں نے توبہ کی، اب علاج کا نام نہیں لونگا۔ فیس تو آپ کی نذر کر ہی چکا اب تک ہضم بھی ہوگئی ہوگی۔ اب میں رخصت چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر:۔ آپ کھپا ہوگیا۔ ہمارا کون کنور؟

مریض:۔ جی نہیں آپ کا کوئی قصور نہیں۔ میری تقدیر کا قصور ہے۔ نہ یہ کمبخت مرض ہوتا نہ یہ پہاڑے سننا پڑتے۔ بہت اچھا آداب عرض ہے!

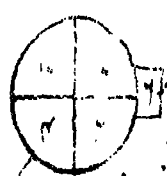
ڈاکٹر:۔ ادا برج۔ آئی ڈنٹ نوہی واز اسٹارک میڈ

I didn't know, he was a stark mad

تعلیمی کھیل

۱۰۔ چکر گھمانے کا کھیل حساب میں

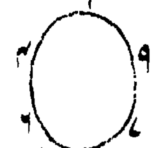
مقصد:۔ طلبہ ہندسے پہچان سکیں



اس قسم کا لکڑی کا ایک چکر لگا لیں۔ چکر میں مختلف ہندسے لکھے ہوئے ہوں۔ چکر کے پیچھے ایک دستہ لگا ہو۔ اُستاد دستے کو گھمائے اور بیچ کٹے ہوئے خانے کے سامنے آنے والے ہندسہ کو زور سے پڑھیں۔ یہ کھیل فرق بنا کر بھی کھلایا جا سکتا ہے۔

۱۱۔ دائرہ میں ہندسے جمع کرنا

مقصد:۔ طلبہ آسان ہندسوں کو جمع کر سکیں

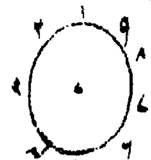


زمین پر دائرہ بنا کر اس کے محیط پر مختلف ہندسے لکھے جائیں مثلاً

ہر ایک ہندسے کے پاس ایک طالب علم کھڑا ہو جائے طلبہ کسی گیت کو گاتے ہوئے گھومیں۔ اُستاد جب سیٹی بجائے تو لڑکے اپنے سامنے کے ہندسوں کے پاس ٹھہر جائیں۔ اُستاد جس طالب علم کا نام لے وہ طالب علم اپنے مقابل کے ہندسوں کو جمع کرکے بتلائے۔

۱۲۔ ۱ سے لیکر ۹ تک ہندسے جمع کرنا۔

مقصد:۔ طلبہ صحیح جمع کر سکیں



ایک دائرہ بنا کر اُس کے محیط پر ایک سے لیکر ۹ تک ہندسے لکھ دیں۔ درمیان میں کوئی سا ہندسہ لکھیں جو ۹ سے کم ہو اُستاد محیط کے کسی ہندسہ پر ہاتھ رکھے اور طالب علم درمیان کا ہندسہ جمع کرکے جواب بتائے ایک ہندسہ کی مشق ہونے کے بعد درمیان کا ہندسہ مٹا کر دوسرا ہندسہ لکھدیں اور محیط کے ہندسے بدستور رہیں اور یہ کھیل جاری رکھ۔

۱۳۔ تصویریں لگانا

مقصد:۔ طلبہ لفظ پہچانتے ہوئے تصویر پہچان لیں

۳ × ۴ کے گتوں پر مختلف پرندوں یا جانوروں کے نام مثلاً | کوا | | بلی | وغیرہ لکھ کر چوکھٹے میں لگا دیں اور ایک سٹ اُس کا ہو جس پر یہی تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ پہلے سے لفظ چوکھٹے میں لگا دیں ہر ایک طالب علم کو ایک ایک سٹ دیدیں جب اُستاد ایک، دو، تین کہے تو طالب علم پھرتی سے لفظ کے آگے وہی تصویر لگائے۔ جو طالب علم پہلے کام ختم کرے گا۔

آسے مفروضہ نمبروں کا آٹھواں حصہ اور پھر ۱/۲ میں سے غلطیوں کا حساب لگا کر نمبر دے جائیں گے۔ اس کھیل کا برعکس بھی ہو سکتا ہے یعنی بجائے لفظ لگانے کے کمرے میں تصویریں لگا دیں اور بچہ تصویر کے آگے وہ لفظ لگائے۔

۱۴۔ صحیح جمع کرنا۔

مقصد: طلبہ تیزی سے جمع کرنے کے عادی ہو جائیں

۶×۴ کے گتوں پر جمع کے مختلف سوالات لکھے جائیں

مثلاً [۴ آم + ۲ آم] [۷ آم + ۶ آم] وغیرہ

جوابات ۴×۲ کے گتوں پر علیحدہ لکھیں۔

مثلاً [۶ آم] اور [۱۳ آم] وغیرہ

مسئلے پہلے سے فریم میں لگا دیں اور ان کے جوابات کا سٹ طلبہ کو دے دیا جائے استاد کے ایک دو تین کہنے پر طالب علم مقررہ مسئلے کے سامنے جواب لگائے جو طالب علم کام پہلے ختم کرے گا اُسے کل نمبروں کا آٹھواں اور باقی ۱/۲ میں سے غلطیوں کا حساب لگا کر نمبر دئے جائیں گے۔ ایک وقت میں مسئلوں کی تعداد چھ سے زیادہ نہ ہو۔ جوابات کے سٹ میں مقررہ مسائل کے جوابات سے زیادہ گتے رکھے جائیں تاکہ طالب علم صحیح فیصلہ کرکے جواب لگا سکے ورنہ اُردو کی مدد سے وہ آم کے آگے آم لگا دے گا اور جمع میں مدد نہ ملے گی۔

۱۵۔ رنگ بھرنا

مقصد: طلبہ لفظ پہچانتے ہوئے رنگ بھر سکیں۔

۶×۴ کے گتوں پر مختلف رنگوں کے نام۔ مثلاً

[نیلا] [پیلا] [ہرا] وغیرہ

لکھیں اور یہ گتے پہلے سے فریم میں لگا دیں۔ مقررہ طلبہ کے نزدیک مختلف رنگ کے چاک رکھ دیں جن میں یہ سب رنگ موجود ہوں۔ جب استاد ایک دو تین کہے تب طالب علم لفظ پہچانتے ہوئے اس کے آگے بورڈ پر وہی رنگ بھر دے۔ جو طالب علم کام پہلے ختم کرے اُسے کل نمبروں کا آٹھواں حصہ اور ۱/۲ میں سے غلطیوں کا حساب لگا کر نمبر دئے جائیں گے۔ اگر فریم دو سے زیادہ ہوں تو ایک وقت میں کئی طالب علم یہ کام کر سکتے ہیں۔

۱۶۔ کتنے ہوئے؟

مقصد: طلبہ آوازیں پہچان کر صحیح گن سکیں۔

باری باری سے ایک ایک بچے کی آنکھ پر پٹی باندھ دیں اور بورڈ پر کوئی چیز کئی مرتبہ کھٹکھٹائیں مثلاً پہلے ۲ مرتبہ پھر ذرا ٹھہر کر ۴ مرتبہ پھر طالب علم سے پوچھیں۔ کے ہوئے؟

تب طالب علم جواب دے ۶ وغیرہ

اس میں طلبہ گننے اور جمع کرنے کا عمل ساتھ ساتھ کرتے جائیں گے۔ ابتدا میں یہ کھیل بچوں کے لئے مفید اور دلچسپ ہوگا۔

کوائف جامعہ

جامعہ سے جو وفود باہر گئے ہیں ان میں سے سیلون کے وفد کے متعلق یہ اطلاع آئی ہے کہ وہ گزشتہ جمعہ بتاریخ ۶ مئی کو بمبئی سے جہاز پر روانہ ہو گئے ہیں۔ دیکھئے وہ کب ساحل سیلون پر قدم رکھتے ہیں اور کامیابی کیونکر ان کے قدم آکر چومتی ہے۔ دوسرا وفد رنگون پہنچ گیا ہے اور اس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ کامیابی نصیب ہو۔

جامعہ سے دو رسالے "جامعہ" اور "پیام تعلیم" تو نکلتے ہی تھے اب ایک اور ہمارے مکتبہ سے "کتاب نما" کے نام سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ یہ سردست ایک ماہوار دو ورقی پرچہ ہے جس میں علاوہ مکتبہ کے کتابی سرمایہ کا اشتہار ہونے کے جدید شائع شدہ کتابوں پر نہایت اچھی تنقیدیں اور تبصرے ہوتے ہیں۔ پرچہ کی ذات سے امید ہے کہ آئندہ اور ترقی کرے گا اور ادب وعلم کی مفید خدمات انجام دے گا۔

جامعہ کی تمام منزلوں کے امتحانات ختم ہو گئے ہیں، جامعہ جونیر وسینیر کے نتائج قدرے دیر سے شائع ہوں گے۔ منزل ثانوی کے آئندہ جمعرات تک سنائے جائیں گے جو اگلی اشاعت میں شایع ہو سکینگے۔ منزل ابتدائی کے ۵ مئی کو سنا دئے گئے جن کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس سے جامعوں کی تعلیم کا معیار معلوم ہوسکیگا۔ مفصل نتائج والدین کو بھیجے جا رہے ہیں

نمبر شمار	جماعت	کامیاب	ناکام	غیر حاضر	مجموعی تعداد	فیصدی کامیاب
۱۔	مکتب	۱۶	۴	۳	۲۳	۸۰
۲۔	اول	۱۸	۳	۵	۲۶	۸۵٫۷
۳۔	ابتدائی دوم	۱۶	×	۲	۱۸	۱۰۰
۴۔	ابتدائی سوم	۱۸	۶	۱	۲۵	۷۵
۵۔	ابتدائی چہارم	۱۸	۷	۳	۲۸	۷۲

اس طریقۂ تعلیم سے بچوں کو ایسی تربیت ملتی
ہوتی ہے جس سے وہ ... کی ...

پروجکٹ کیا ہے؟

خواجہ غلام السیدین صاحب
پرنسپل ٹریننگ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

بچوں کا کتب خانہ

محنت

[illegible] محمد عبدالحفیظ صاحب [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] قیمت [illegible]

اسکول کی زندگی

[illegible] بچوں کے لئے لکھا گیا [illegible] ہندوستانی [illegible] [illegible] [illegible] قیمت صرف ۴ر

قوم پرست طالب علم

بچوں کے لئے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نہایت ہی اچھے [illegible] طلبہ میں پاک جذبات پیدا کرنے میں [illegible] یقیناً کامیاب ثابت ہوگی [illegible]

بچوں کا انصاف

[illegible] کا مقدمہ [illegible] طرح فیصلہ کیا خلیفہ ہارون [illegible] [illegible] بچوں کی زبان میں لکھا گیا ہے قیمت صرف [illegible]

دنیا کے بسنے والے

حبشیوں [illegible] افریقہ کے بونوں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] قیمت صرف [illegible]

[illegible] کے پھول

حضرت حفیظ جالندھری کی [illegible] نظموں کا مجموعہ [illegible] پھول میں عجیب [illegible] قیمت [illegible]

ترکوں کی کہانیاں

اس کتاب میں ترک بچوں کی بہادری اور ہمت و جرأت کی جیتی جاگتی دلچسپ کہانیاں ہیں جن کے پڑھنے سے بچوں میں قومی جوش پیدا ہوتا ہے اور ان ترک بچوں کی طرح [illegible] کوشش کرتے ہیں۔ [illegible] کی کہانیاں ہیں قیمت صرف ۸

پرستان

[illegible] شیش محل [illegible] کی تلاش [illegible] شہزادی [illegible] [illegible] کی کہانیاں ایسی ہیں کہ ہمیشہ یاد رہتی ہیں [illegible] سمندر کی سنہری پری [illegible] قیمت حصہ اول ۱۲ر دوم ۴ر

سیاحوں کی کہانیاں

امریکہ اور [illegible] کے دور دراز براعظم [illegible] قطب شمالی [illegible] دریائے نیل کے منبع اور [illegible] جیسے خطرناک مقامات پر پہلے پہل انسانی قدم کب اور کس طرح پہنچا [illegible] عظیم الشان فتوحات کب اور کس طرح حاصل ہیں۔ قیمت ۱۲ر

تاریخ ہند کی کہانیاں

[illegible] ہندوستان کی تاریخی کہانیاں ایسی آسان اور پیاری زبان میں ہیں [illegible] شروع کرنے کے بعد بغیر ختم کئے چھوڑ نہیں سکتا۔ قیمت صرف ۴ر

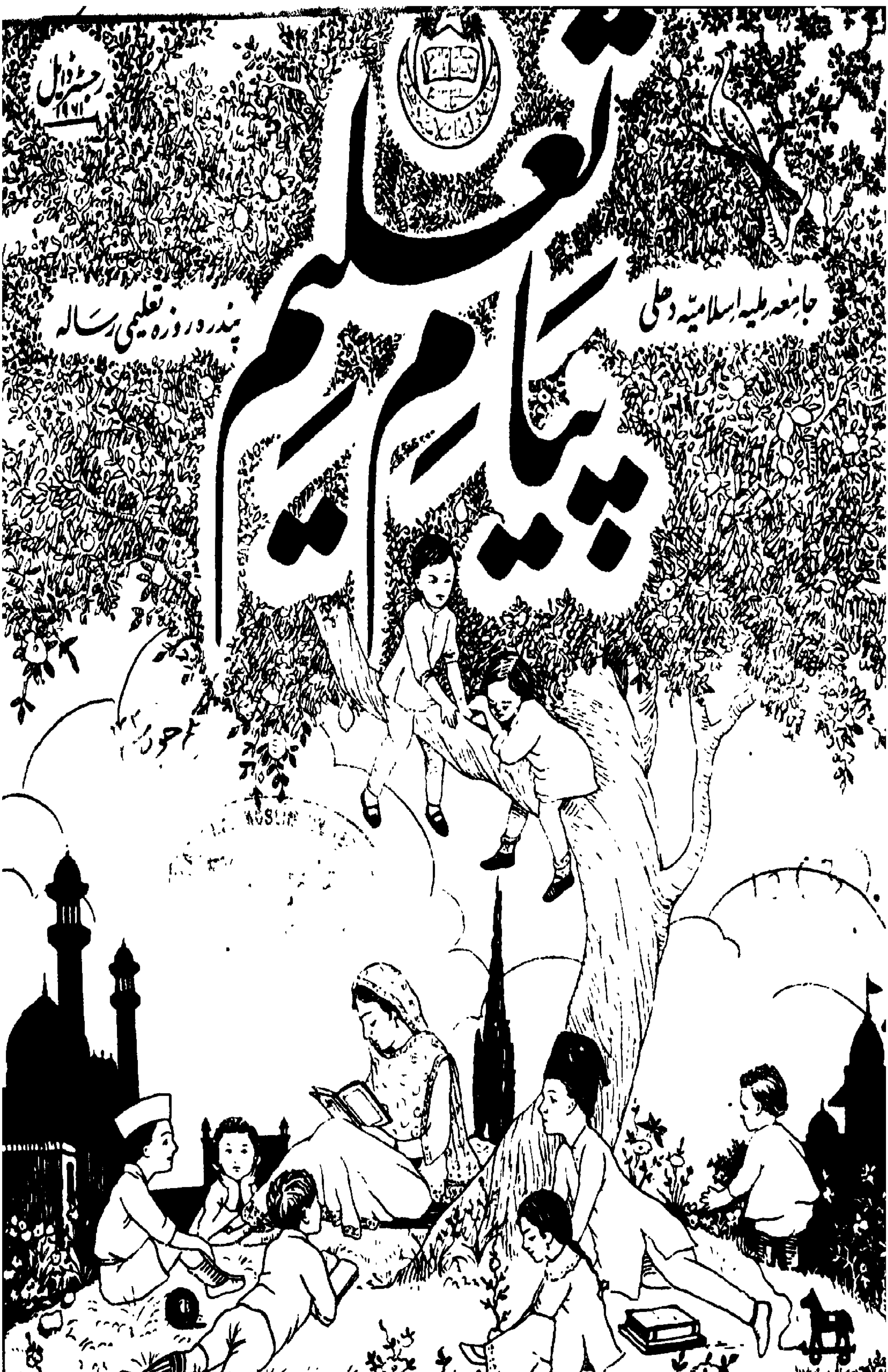
کاریگری

[illegible] صنعتوں کے حالات چاقو، دیاسلائی [illegible] بننے کی مشین، گھڑی، شیشہ [illegible] پتھر کا کوئلہ [illegible] قفل اور چینی کے برتن بنانے کے حالات بہت دلچسپ [illegible] ہیں۔ قیمت ۱۲ر

بن باسی رستم

[illegible] کی ایک کہانی کا ترجمہ دلی کی بامحاورہ زبان میں جو بہت سے مدرسوں میں بطور کورس کے پڑھائی جاتی ہے قیمت ۶ر

مکتبہ جامعہ قرولباغ دہلی



پیامِ تعلیم
جامعہ ملیہ اسلامیہ دھلی
پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ
رجسٹرڈ ایل
۱۹۷۱

قیمت سالانہ
ڈھائی روپے
عہ
۸ر

پیام تعلیم

قیمت فی پرچہ
دو آنے
۲ر

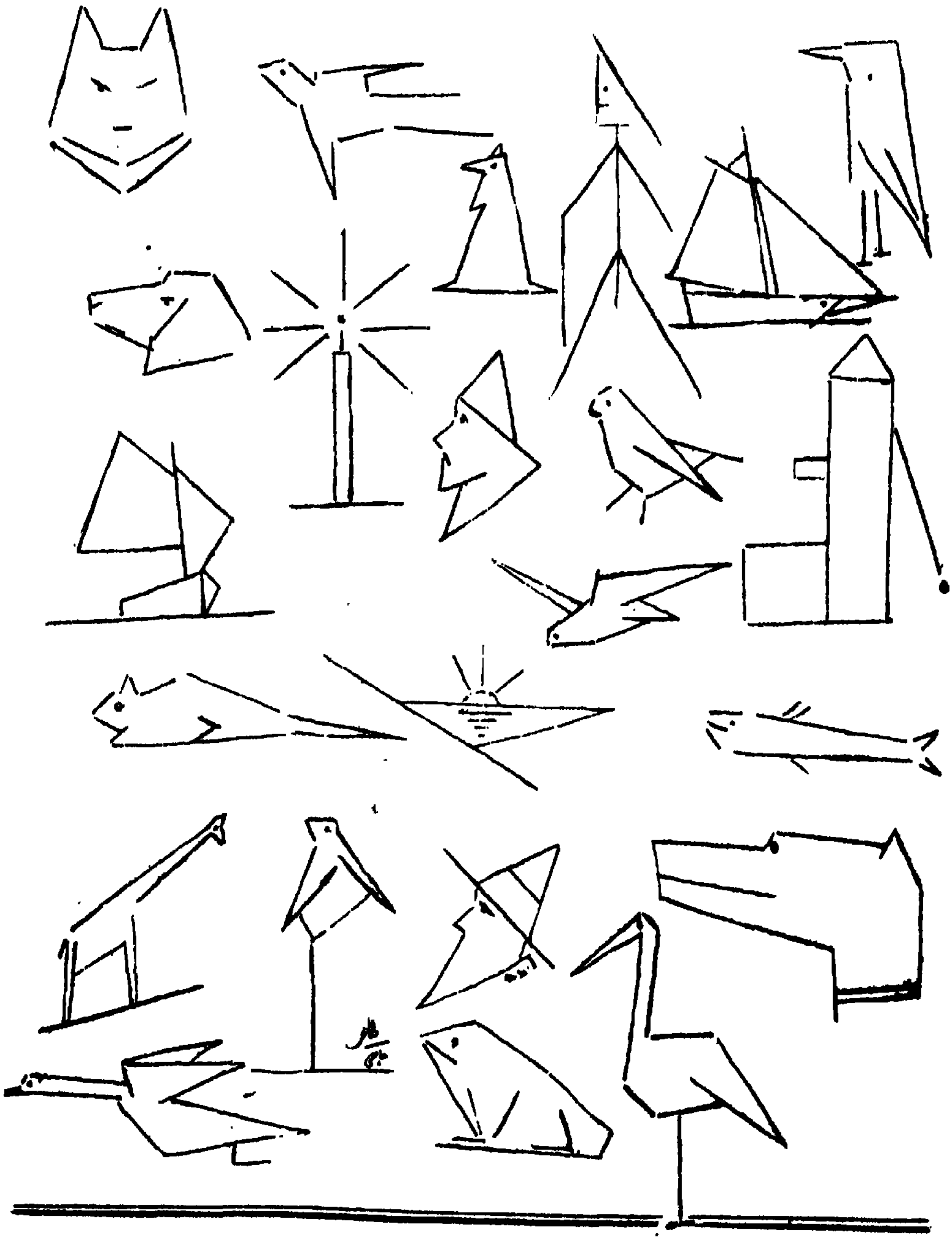
جلد ۱۲ — یکم جون ۱۹۳۲ سنہ عیسوی — نمبر ۳

فہرست مضامین

طابع و ناشر:۔ ڈاکٹر عابد حسین صاحب پی ایچ ڈی۔ ایڈیٹر:۔ سعید انصاری بی اے جامعہ۔ (جامعہ برقی پریس دہلی)

بارہ لکیروں سے تصویریں

نیچے دیکھو، جتنی تصویریں ہیں، سب بارہ لکیروں اور ایک نقطہ سے بنی ہیں۔ کیا تم بھی کوئی ایسی تعداد لکیروں اور نقطوں کی سوچ سکتے ہو جس سے مختلف شکلیں بنیں؟ اگر سوچ لیا تو اُسے مع تصویروں کے ہمارے پاس بھیج دینا۔



زال کی پرورش

ایران کے مشہور پہلوان رستم کا نام ہر بچہ نے سنا ہوگا۔ زال اس کے باپ کا نام تھا جس کی پرورش ایک پرند کے گھونسلے میں نہایت عجیب و غریب طریقہ پر ہوئی جو اس قصہ سے معلوم ہوگی۔ — مدیر

کسی زمانہ میں ایران میں ایک امیر رہتا تھا جس کا نام زاہون تھا۔ وہ بادشاہ ایران کا بڑا معتمد امیر تھا اور دوسرے امیروں سے کہیں زیادہ دولت مند اور صاحب اثر تھا۔ لیکن اسکی ایک بڑی بدنصیبی یہ تھی کہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔

وہ دعائیں کرتا منتیں مانتا کہ خدا تعالیٰ اُسے کوئی بیٹا دے اور آخرش خدائے تعالیٰ نے بڑھاپے میں اس کی سن لی اور اُسے ایک بیٹا عطا کیا۔ لیکن جب بیٹا پیدا ہوا تو اس کی مصیبتیں اور زیادہ بڑھ گئیں۔ یہ لڑکا نہایت خوبصورت اور طاقتور تھا، اور اس کے بال روئی کے گالوں کی طرح سفید تھے جس کی شہرت تمام ملک میں پھیل گئی اور ہر شخص یہی کہتا تھا کہ یہ کوئی جادو ہوا ہے۔

زاہون گھبرا اُٹھا اور وہ خود بھی دل میں سوچنے لگا کہ سچ مچ کوئی جادو نہ ہو، اس لئے اس نے اس بچہ کو لیا اور ایک سنسان بیابان میں لے جاکر چھوڑ دیا۔

اس جنگل میں ایک عجیب و غریب پرند رہتا تھا جس کا گھونسلا پہاڑ کی ایک بہت اونچی چوٹی پر تھا۔ ایک دن اس پرند نے آسمان پر اُڑتے اُڑتے کہیں اس بچے کو دیکھ لیا۔ وہ نیچے اُترا اور اسے اپنے مضبوط چنگلوں میں دبا کر اپنے گھونسلے میں لے گیا، لیکن جونہی کہ پرند نے بچہ کو اپنے چنگلوں میں اٹھایا اس کے کانوں میں یہ آواز آئی

"دیکھ! اس بچہ کو کوئی صدمہ نہ پہنچے۔ یہ بچہ بڑا ہو کر مشرق کا آفتاب اور ایران کا ستارہ بن کر چمکے گا اور اس کی شہرت کی کرنیں تمام دنیا میں پھیلیں گی۔"

یہ سُن کر اس پرندے نے بچہ کو نہایت آہستگی سے اُٹھایا اور اسے اپنے گھونسلے میں لے جاکر نہایت احتیاط اور پیار سے کھلایا پلایا۔ کچھ عرصہ بعد یہ بچہ بڑا ہوا اور وہ گھونسلے سے نکل کر پہاڑ کی چوٹی پر کھیلنے کودنے لگا۔ ایک دن نیچے رہنے والوں کی نظر اُدھر جا پڑی اور انھوں نے دیکھا کہ ایک بچہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک پرند کے گھونسلے کے پاس کھیل کود رہا ہے۔ یہ خبر اس تمام علاقہ میں پھیل گئی کہ ایک پرند کے گھونسلے میں ایک بچہ عرصہ سے پرورش پا رہا ہے۔

زاہون جو اپنے بچہ کے غم میں نہایت افسردہ خاطر رہا

کرتا تھا، ایک دن رات کو اس نے خواب دیکھا۔ اس خواب میں اس نے ایک آواز سنی جس نے اس سے یہ کہا کہ

"اے زاہون! تو جا اور جنگل میں جا کر اپنے بچہ کو تلاش کر۔"

زاہون جنگل میں آیا اور ہر چند اس نے ادھر اُدھر تلاش کیا لیکن بچہ کا کہیں نشان نظر نہ آیا۔ شدہ شدہ وہ اس علاقہ میں پہنچا جہاں کے لوگوں نے اس بچہ کو پہاڑ کی چوٹی پر دیکھا تھا۔ زاہون چلتے چلتے تھک کر چور ہو گیا تھا اور اب اسے اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اس پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے کا خیال بھی کر سکے۔ زاہون اس آرزو میں کہ اے خدا اس بچہ کو اس کی گود میں ڈالدے، اپنے دونوں بازو پھیلائے۔ پرند زاہون کی اس حالت کو دیکھ رہا تھا، وہ اس بچہ کو اپنے مضبوط چنگلوں میں لیکر اُڑا اور اس کے باپ کی گود میں ڈال دیا اور یہ کہا "دیکھو! اسکی اچھی طرح خبرگیری کرنا۔ یہ لڑکا آگے چل کر بڑا ہونہار ہوگا۔"

اس کے بعد جب وہ پرند رخصت ہونے لگا تو اس وقت بچے اور پرند دونوں کی عجب کیفیت تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی محبت سے بیتاب ہوئے جا رہے تھے۔ بالآخر جب پرندہ رخصت ہونے لگا تو اس نے اپنے سینے سے تین پر نکال کر اس بچہ کو دئے اور یہ کہا کہ جب تم کسی مصیبت میں مبتلا ہونا تو اس پر کو آگ پر رکھنا اور میں تیری مدد کو فوراً آ پہنچوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ پرندہ اپنے آشیانہ کو اُڑ گیا۔ اور زاہون اس بچہ کو اپنے ساتھ اُٹھا لایا، اُسے نہلا دھلا کر کپڑے پہنائے اور اس کا نام زال رکھا۔



جب زال جوان ہوا تو اس کی شہرت تمام ملک میں پھیل گئی اور وہ قوت اور جنگ آوری میں بہت مشہور ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کی اس شہرت کو سُن کر کسی دوسرے ملک میں ایک مہم پر بھیجا۔ اس ملک میں رودابہ نامی ایک شہزادی رہتی تھی، جو زال کی خوبصورتی اور جنگ آوری کی شہرت سُن کر اس پر عاشق ہو گئی تھی۔ لیکن بادشاہ اپنی بیٹی کی اس سے شادی کرنا نہیں چاہتا تھا، اور زال نے بھی ارادہ کر لیا تھا کہ وہ رودابہ سے شادی کئے بغیر نہ رہے گا۔

ایک دن رودابہ اپنے محل کی سب سے بالائی منزل پر بیٹھی

تبت اور اہل تبت

(۲)

اہل تبت یاک کے بال سے خیمے بناتے ہیں۔ یاک گائے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ سرد ملکوں میں بار برداری کے کام آتا ہے۔ دم بڑی اور گچھے دار ہوتی ہے۔ سم مثل گائے بیل کے ہوتے ہیں۔ لوگوں کے مکانات لکڑیوں کے ہوتے ہیں۔ رئیسوں کے مکانات سہ منزلہ ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک میں کئی کمرے ہوتے ہیں۔ ایک بیٹھک ہوتی ہے۔ غریبوں کے مکانات دو منزلہ ہوتے ہیں۔ سامنے ایک دالان ہوتا ہے۔ اور نچلی چھت بیٹھک ہوتی ہے۔ گھر کی دیواریں بغیر سمنٹ کے بنتی ہیں۔ کھڑکیاں کیا ہوتی ہیں چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے ہیں جو راتوں کو لکڑیوں سے بند کر دی جاتی ہیں۔ گھر کی چھت بغیر ستون کے ہوتی ہے۔ ہاں بڑے گھروں کی چھت کے لئے چند ستون بھی قائم کئے جاتے ہیں۔

ان کے گھروں میں اسباب آرائش بہت کم اور مختصر ہوتا ہے۔ وہ عموماً زمین پر بیٹھتے ہیں اور چٹائی یا چمڑے پر سوتے ہیں۔ گھر کی روشنی کے لئے گھی یا تیل میں کپڑے کی ڈوری رکھ دیتے ہیں۔ قاعدے کے بموجب جیسے ہی سورج غروب ہو جاتا ہے اور تاریکی عالم پر چھا جاتی ہے وہ اسی وقت سو جاتے ہیں۔ شہر بہت کم ہیں۔ لاسہ Lahsa اس کا دارالسلطنت ہے۔ قریب پچاس ہزار کے آبادی ہے۔ ملک تبت کی بہترین عمارتیں اسی شہر میں ہیں۔

شگاستی Shigastsi نیلنگ Nelung
یانگ سی Yangtse غرتنگ Gartok
وغیرہ یہاں کے مشہور شہر ہیں۔ ان شہروں کے ساتھ ہندوستان کی تھوڑی سی بہت تجارت ہوتی ہے۔

یہ لوگ بدھ مذہب کے پیرو ہیں۔ بدھ مت کا عالم جو لاما کہلاتا ہے، خود بادشاہ ہوتا ہے۔ ایک کا نام تاشی لاما اور دوسرے کا نام دلائی لاما ہے۔ تاشی لاما مذہبی امور میں خود مختار ہوتا ہے۔ اور دلائی لاما امور دنیوی میں۔

یہ لوگ مذہب کے بڑے پابند ہوتے ہیں۔ ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کی تمام تر تعلیم مذہبی ہوتی ہے۔ انکی تمام کتابیں مذہبی ہوتی ہیں۔ وہ بڑے خوش خلق ہوتے ہیں۔ انکی ترقی کی رفتار بہت سست ہے۔ ان کے ہاں کے اکثر رسم و رواج بہت عجیب اور نادر ہوتے ہیں۔ شادی غمی تجہیز و تکفین، حکومت و سلطنت وغیرہ میں ان کے طریق کار نہایت عجیب و غریب ہوتے ہیں۔

اہل تبت میں شادی کی رسم عجیب ہوتی ہے۔ بجائے اس کے کہ مرد کئی کئی عورتوں سے شادی کرے ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے ہیں۔



تیسرا منظر

(سڑک۔ مریض آہستہ آہستہ چلا جا رہا ہے۔ سامنے سے اسپورٹس ایجنٹ آ رہا ہے، اس کے ایک ہاتھ میں تھیلا ہے۔ دوسرے ہاتھ سے ہاکی اسٹک گھما رہا ہے)

مریض:۔ یا اللہ خیر یہ تو کوئی سڑی معلوم ہوتا ہے۔ راہ چلتے چلتے بلے کے ہاتھ گھما رہا ہے۔

اسپورٹس ایجنٹ:۔ (قریب آکر) السلام علیکم

مریض:۔ وعلیکم السلام

ایجنٹ:۔ آپ کچھ علیل ہیں؟

مریض:۔ آپ کچھ طبیب ہیں؟

ایجنٹ:۔ جی طبیب تو نہیں مگر ہر مرض کا علاج میرے پاس ہے۔

مریض:۔ (منہ پھیر کر) اشتہاری دوا فروش نکلا (ایجنٹ سے) آپ کے پاس بھی وہی تین سو ساٹھ کا علاج ہوگا۔

ایجنٹ:۔ جی نہیں بہت سستا۔ آپ صورت اور باتوں سے معدے کے مریض معلوم ہوتے ہیں اور حکیموں اور ڈاکٹروں کے پھیر میں پڑے ہیں۔ میں آپ کو دس روز میں اچھا کر سکتا ہوں۔

مریض:۔ آپ تو لال بجھکڑ بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اور اثر دھارا بھی۔ فرمائیے کون علاج؟

ایجنٹ:۔ بس ذرا سی بات ہے۔ آپ روز ورزش کیا کیجئے خصوصاً دوڑنے کی۔

مریض:۔ اے سبحان اللہ اڑنے کی ورزش کیوں نہ بتائی؟ یہاں چلنا بھی دوبھر ہے، آپ دوڑنے کی فرمائش کرتے ہیں۔

ایجنٹ:- میں آپ کو ایسی تدبیر بتاتا ہوں کہ خود بخود دوڑنے کو جی چاہے۔ دیکھئے (ٹھیلا رکھ دیتا ہے اور اسٹک تان کر کھڑا ہو جاتا ہے)

مریض:- (بے تحاشا بھاگتا ہے) دیکھو میں کہتا تھا کہ سڑی ہے۔

ایجنٹ:- (اس کے پیچھے دوڑتا ہے) ذرا ٹھہرئے تو۔ بات تو سنیئے۔

(دونوں آگے پیچھے دوڑتے ہوئے اسٹیج کے دو تین چکر لگاتے ہیں)

مریض:- (تھک کر گر پڑتا ہے) ابھی تو ہی مار ڈال اس روز روز کے قبض سے یہی اچھا ہے کہ سڑی کے ہاتھ سے خاتمہ ہو جائے۔

ایجنٹ:- میں سڑی نہیں ہوں، اسپورٹس کا ایجنٹ ہوں، سیالکوٹ سے آیا ہوں، آپ ایک ہاکی اسٹک خرید لیجئے اور ہاکی کھیلا کیجئے، معدے کی ساری شکایتیں کافور ہو جائینگی۔

مریض:- بھائی، کھیلا کس سے جائے گا۔

ایجنٹ:- اجی آپ تو کہتے تھے کہ مجھ سے دوڑا نہیں جاتا یہ ہرن کی طرح چوکڑیاں کون بھر رہا تھا۔ مجھے بھی تھکا مارا۔

مریض:- ہاں چھ روپے تو کچھ زیادہ نہیں، مگر میں یہ سوچتا ہوں کہ اتنی دیر خالی ہاتھ دوڑنے میں پیٹ کا درد غائب ہو گیا۔ گرانی کا نام نہیں۔ بلا سے کچومر نکل گیا مگر بھوک تو لگ آئی پھر میں اسٹک کیوں خریدوں؟ تم اس شہر میں کتنے دن ٹھہرو گے؟

ایجنٹ:- کوئی آٹھ دس دن۔

مریض:- تو بھائی اتنا احسان کرو کہ روز اسٹک تان کر میرے پیچھے دوڑا کرو۔ بس ایک دس منٹ

ایجنٹ:- واہ حضرت آپ نے تو ہمارے بھی کان کاٹے۔ اجی چھ روپے جیب سے نکالئے۔ اور یہ اسٹک لے لیجئے۔ جامعہ ملیہ کے میدان میں جا کر روزانہ آدھ گھنٹہ کھیلا کیجئے

دوا کوئی ورزش سے بہتر نہیں
یہ نسخہ ہے کم خرچ بالا نشیں

مریض:- ارے میاں میں بغیر اسٹک کے کیوں نہ دوڑا کروں چھ روپے کیوں خرچ کروں۔

دوا کوئی ورزش سے ،،

(گاتا ہوا، اچھلتا کودتا چلا جاتا ہے، پردہ گرتا ہے)



چار نصیحتیں

اگلے وقتوں کی بات ہے، ایک شریف مگر غریب شخص مجید نام رہتا تھا۔ آمدنی کم خرچ زیادہ۔ رفتہ رفتہ گھر کا تمام اثاثہ ختم ہوگیا۔ اور نوبت فاقوں کی پہنچی۔ یہ حالت دیکھ کر بیوی نے مجید سے کہا کہ "اب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کیا حاصل؟ گھر سے باہر نکل کر قسمت آزمائی کرو"۔ مجید نے کہا "اچھا کچھ روٹیاں تو پکا دو"۔ بیوی یہ جواب سن کر ہمسایہ کے گھر گئی، اور کچھ آٹا اور دال اُدھار مانگ کر لے آئی اور دال روٹی پکا کر مجید کے حوالہ کی۔ مجید یہ کھانا رومال میں باندھ کر روانہ ہوا۔ اور ایک جنگل میں قافلے کی رہگزر کے قریب، کنویں کے پاس، درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد چار آدمی تین اونٹوں سے وہاں پانی کے لئے اُترے، اور مجید سے یہاں بیٹھنے کا سبب دریافت کیا۔ مجید نے کہا "میں چار نصیحتیں بیچتا ہوں ہر ایک کی قیمت ڈھائی ڈھائی سو روپیہ ہے جس کا جی چاہے خریدے، ورنہ اپنا راستہ لے"۔ ان چاروں میں سے ایک شخص جس کا نام 'سلیمان' تھا، اس وقت اونٹ خریدنے جارہا تھا، اور اس کے پاس ایک ہزار روپیہ موجود تھا، شوقین آدمی تھا۔ روپیہ کی پرواہ نہ کرکے، چاہا کہ چاروں باتیں معلوم کرے۔ اُس نے ڈھائی سو روپیہ گن کر مجید کے حوالہ کیا اور پہلی نصیحت دریافت کی۔ مجید نے پوچھا کہ "سب کے سامنے تبلاؤں یا الگ تم سے"۔ سلیمان نے کہا کہ "سب کے سامنے تبلانے میں مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا"۔ مجید نے سب کو مخاطب کرکے پہلی نصیحت اس طرح بیان کی گویا کسی خزانے کے پانے کا راز ہے۔ سلیمان نے یہ نصیحت سن کر ڈھائی سو روپیہ پر افسوس کیا کیونکہ یہ ایک معمولی سی بات تھی۔ مگر تھا مستقل مزاج۔ پھر ڈھائی سو روپیہ نکال کر دیا۔ مجید نے دوسری بات سنائی، اس کو بھی سلیمان نے کوئی اہمیت نہ دی۔ بہرحال مجید نے تیسری اور چوتھی نصیحت بھی اسی طرح روپیہ لے کر سنائی۔ سلیمان نے خیال کیا کہ آج صبح کس منحوس کی صورت دیکھی ہے جو ایک ہزار روپیہ پر پانی پھر گیا۔ چاروں نصیحتوں کے تبلانے کے بعد مجید نے سلیمان سے کہا کہ ان نصیحتوں پر عمل کرو۔ سلیمان نے خیال کیا کہ ایک ہزار روپیہ پر پانی تو پھر گیا ہے، مگر ان چاروں نصیحتوں پر عمل کرکے دیکھونگا۔ چاروں نصیحتیں مندرجہ ذیل تھیں۔

۱۔ اگر ملازم ہو تو اپنے آقا کا ہر حکم بجا لاؤ۔

۲۔ جہاں تک ہوسکے کسی کا راز افشا نہ کرو۔

۳۔ کوئی دوست کھانے کی دعوت دے تو اس کو نامنظور نہ کرو۔

۴۔ کسی کا دل مت دکھاؤ۔

قصہ مختصر سلیمان نے اپنے ایک ہزار روپیہ پر فاتحہ پڑھی اور اونٹوں پر بیٹھ کر مع اپنے ساتھیوں کے روانہ ہوگیا۔

(باقی)

برف کیسے گرتی ہے؟

اسکیمو قوم کا حال

مئی اور جون کے مہینہ میں جب سخت گرمی پڑتی ہے تو امیر آدمی پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے پہاڑوں پر شملہ، نینی تال اور مسوری جیسے خوبصورت شہر آباد ہو گئے ہیں یہ لوگ مزے سے گرمیوں کے مہینے وہاں گزار دیتے ہیں ان جگہوں پر گرمیوں کے دنوں میں بھی ایسی سردی ہوتی ہے جیسی ہمارے ہاں شروع سردیوں یا آخری جاڑوں میں ہوتی ہے۔ لیکن جاڑوں میں سخت سردی پڑتی ہے اور بہت کم لوگ وہاں پر رہ جاتے ہیں۔ وہاں کے رہنے والے تو اس سردی کو برداشت کر لیتے ہیں کیونکہ ان کا گھر ہے اور ہمیشہ سے وہ رہتے چلے آئے ہیں۔

ان پہاڑی شہروں میں نینی تال ایک بڑی خوبصورت جگہ ہے۔ شہر سے تھوڑی دور پر ایک چھوٹا سا مدرسہ ہے۔ دسمبر کے مہینہ میں ایک روز برف گر رہی تھی۔ دس بجے کے قریب مدرسے کے لڑکے پڑھنے کے لئے آئے۔ سردی کی وجہ سے وہ کانپ رہے تھے اور ان کے دانت کٹ کٹ بج رہے تھے۔ حاضری کے بعد سب اپنے اپنے درجوں میں بیٹھ گئے ایک چھوٹی سی جماعت نے دو کا پہاڑہ یاد کرنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ماسٹر صاحب بھی آ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے نے پوچھا "ماسٹر جی، ماسٹر جی، برف کیسے گرتی ہے؟ اور اس کو کون بناتا ہے؟"

ماسٹر صاحب نے جواب دیا کہ "اللہ میاں بناتے ہیں"

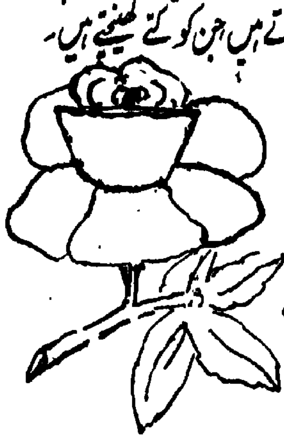
لڑکے کو تسکین نہیں ہوئی اس نے پھر کچھ پوچھا تو ماسٹر صاحب نے تمام لڑکوں سے کہا کہ وہ سب ان کے ساتھ باہر چلیں۔ پوری جماعت باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر تک تمام لڑکے ماسٹر صاحب کے ساتھ باہر کھڑے رہے۔ ان کے کپڑوں پر برف کے گالوں کی تہہ جم گئی۔ لڑکوں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے لیا تو وہ پگھل کر پانی ہو گئی۔ تب لڑکوں کو معلوم ہوا کہ یہ تو جما ہوا پانی ہے۔ پانی جب جم جاتا ہے تو اس کو برف کہتے ہیں۔ پھر ماسٹر صاحب نے ان کو بتلایا کہ جاڑوں میں شمال کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے اور بادلوں کو جما دیتی ہے اور پانی کی جگہ برف گرنے لگتی ہے۔ لڑکوں نے یہ بھی دیکھا کہ برف چھوٹے چھوٹے ذروں سے مل کر بنتی ہے۔

اس کے بعد تمام لڑکے پھر درجے میں آ گئے۔ ماسٹر صاحب نے ان کو چھوٹے چھوٹے ذروں کی بڑی بڑی تصویریں دکھلائیں، جن کو دیکھ کر لڑکے بہت خوش ہوئے۔ ان میں ایک نئی چیز معلوم ہوتی تھی۔ انھوں نے ماسٹر صاحب سے اور کچھ بتلانے کو کہا۔ ماسٹر صاحب نے بھی دیکھا کہ لڑکے بہت زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں تو انھوں نے بھی کہنا شروع

کیا کہ ہمارے یہاں سے ہزاروں میل بالکل شمال میں جو ملک ہیں ان میں جو لوگ رہتے ہیں ان کو اسکیمو کہتے ہیں۔ ان کے یہاں تمہاری طرح صرف جاڑوں میں برف نہیں گرتی بلکہ سال بھر تک برف گرتی ہے اور زمین برف سے ڈھکی رہتی ہے درخت بالکل نہیں ہوتے، نہ کھیت ہوتے ہیں، اور نہ باغ، نہ سواری کے لئے گھوڑے اور نہ موٹریں۔ گرمیوں کے دنوں میں ان کے ہاں برف پگھلتی ہے لیکن اکتوبر کے مہینہ سے برف گرنی شروع ہو جاتی ہے۔ دن چھوٹے ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ سورج بالکل نہیں نکلتا اور رات ہی رات رہتی ہے لیکن چاند اور تاروں کی روشنی اتنی ہوتی ہے کہ وہ اپنا کام کاج کر سکتے ہیں اور ان میں سورج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پیڑ پودے نہ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی گذر جانوروں پر ہوتی ہے۔ یہ بڑے بڑے جانور سمندر میں ملتے ہیں۔ اس وجہ سے اسکیمو اکثر سمندر کے کنارے رہتے ہیں۔ انہی کا گوشت کھاتے ہیں اور انہی کی کھال کے کپڑے بناتے ہیں، سردی زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ دو دو جوڑے پہنتے ہیں۔ اسی طرح ایک ہی ساتھ دو دو جوڑ جوتے بھی پہنتے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کے کپڑوں میں فرق ہوتا ہے۔ عورتوں کے کپڑے مردوں سے خوبصورت ہوتے ہیں۔ ان کے جوتے بھی جوڑے ہوتے ہیں۔ عورتوں کی پیٹھ پر ایک برساتی ہوتی ہے جس میں وہ بچے رکھتی ہیں۔

ہماری طرح اسکیمو تمام سال صرف ایک گھر میں نہیں رہتے گرمیوں میں وہ خیموں میں رہتے ہیں۔ جو کھالوں کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ سردیوں کا مکان بہت ہی عجیب ہوتا ہے۔ صرف برف ہی ان کو ملتی ہے۔ اس وجہ سے اس کا مکان بنا سکتے ہیں سب سے پہلے وہ ایک اچھی جگہ تلاش کرتے ہیں۔ پھر سخت برف کی سلیں کاٹتے ہیں۔ اور ان کو تلے اوپر اس طرح رکھتے ہیں کہ ان کا گھر ایک بڑے پیالہ کی شکل کا ہو جاتا ہے۔ ان کے گھروں میں صرف ایک دروازہ ہوتا ہے لیکن کھڑکیاں کئی کئی ہوتی ہیں۔ ان کے یہاں شیشہ نہیں ہوتا اس لئے وہ برف کا ایک پتلا سا ٹکڑا کھڑکی پر روشنی کے لئے لگاتے ہیں۔ مکان کے اندر برف کی ایک بہت بڑی سل بنچ کی طرح ہوتی ہے یہی انکی چارپائی کا کام دیتی ہے۔ اس کے اوپر وہ جانوروں کی کھالیں بچھا لیتے ہیں اور انھیں کو اوڑھ لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ جانوروں کی چربی جلاتے ہیں جن سے روشنی بھی ہوتی ہے اور مکان بھی گرم ہو جاتا ہے۔

اسکیمو جانوروں کا گوشت کچا کھاتے ہیں۔ چربی کو بڑے مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔ خون بھی پی جاتے ہیں۔ شکار کرنے میں انھیں بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ مچھلی کا شکار نیزہ سے کرتے ہیں۔ ان کے نیزے اور چاقو ہڈی کے بنے ہوتے ہیں۔ سمندر میں جب برف گھل جاتی ہے تو یہ لوگ اپنی چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر شکار کے لئے نکلتے ہیں۔ اور خشکی پر بے پہیوں کی گاڑی میں سفر کرتے ہیں جن کو کتے کھینچتے ہیں۔



منت (۲)

نفرض یارات کو دو بجے ہوں گے کہ یکایک رحیم کا بخار اتر گیا۔ رحیم نے آنکھیں کھول دیں۔ ماں سے پانی مانگا فاطمہ یہ سُن کر بڑی خوش ہوئی اور سوچنے لگی کہ ابھی تک تو رحیم بولتا نہیں تھا اور ابھی پانی مانگ رہا ہے۔ فوراً چمچہ سے دو تین مرتبہ پانی اُس کے منہ میں ڈالا۔ سر پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو بخار بالکل نہیں تھا۔ بہت خوش ہوئی اور کہا کہ دیکھا اگر منت نہ مانتی تو میرا لڑکا ہرگز اچھا نہ ہوتا۔ اس کے بعد رحیم کی رفتہ رفتہ کمزوری بھی دور ہوگئی۔

اب کیا تھا محمد اسحاق نے تین سو روپئے جمع کئے تھے سب کے سب بیوی کو دیدئے اور کہا کہ لو دل کھول کر تم اپنی منت پوری کرو۔ لیکن پھر خیال آیا کہ تین سو روپے مفت میں کیوں برباد کروں، اگر تھوڑے میں کام چل جائے۔ فوراً فاطمہ سے کہا کہ اگر تھوڑے روپے میں کام چلالو تو اچھا ہے، تین سو روپے برباد کرنے سے کیا فائدہ؟ فاطمہ نے کہا کہ میرے ایک ہی تو لڑکا تھا اگر یہ بھی مرجاتا تو۔۔۔ نہیں میں تو دل کھول کر منت پوری کرونگی۔ اگر رحیم زندہ رہا تو معلوم نہیں کتنے تین سو مل جائیں گے۔ آخر کار محمد اسحاق بھی راضی ہوگئے۔

ایک رات غریبوں کو کھانا کھلانے کیلئے مقرر ہوگئی۔ گاؤں کی تمام عورتوں کو دعوت دی گئی کہ سب آکر کام میں ہاتھ بٹائیں۔ سب رات میں جمع ہوئیں۔ نہایت دھوم دھام سے چیزیں تیار کی جانے لگیں۔ سب نہایت ہی خوش و خرم نظر آتے تھے لیکن انھیں کے درمیان ایک بڈھی عورت نہایت غمگین حالت میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ فاطمہ گھر کی مالکہ ہونے کی وجہ سے ادھر اُدھر چیزیں فراہم کرنے کے لئے دوڑا کرتی تھی، کبھی کبھی اس کی نظر اس بڈھی عورت پر بھی پڑجاتی تھی دل میں کہتی کہ اگر انھیں ایسے ہی غمگین صورت بنا کر بیٹھنا تھا تو نہ آتیں۔ کیا ان کے آنے سے کوئی کام آسان ہوگیا؟ لیکن پھر وہ فوراً ہی دوسرے کام کی طرف متوجہ ہوجاتی اور اس کے دل سے یہ خیال جاتا رہتا۔ جب سب چیزیں تیار ہوگئیں تو غریبوں کو کھانا کھلایا گیا۔ عورتیں بھی کھاپی کر اپنے اپنے گھر چلی گئیں۔ محمد اسحٰق بھی سونے چلے گئے۔ اب فاطمہ گھر کے دوسرے کاموں کے بند بست میں مشغول ہوگئی۔

رات کے کوئی دو بجے ہوں گے کہ فاطمہ کے کان میں جب کہ وہ کام سے تھک کر بیٹھ گئی کہیں سے رونے کی آواز آئی۔ فاطمہ نے کان لگا کر سننا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ اس کی ایک پڑوسن

رو رہی ہے۔ تھوڑی دیر میں رونے نے ایسی ہچکیوں کی شکل اختیار کرلی گویا کہ کسی کا دم نکل رہا ہے۔ تب فاطمہ سے نہ رہا گیا اور اس چھوٹی سی دیوار کو جو دونوں گھروں کے درمیان حائل تھی، پار کرکے اپنی پڑوسن کے گھر میں پہنچ گئی۔ اور اس سے رونے کا ماجرا پوچھا، بڑھیا نے پہلے تو بتلانا مناسب نہ سمجھا لیکن فاطمہ کے اصرار پر اس طرح گویا ہوئی۔

"میری بیٹی جوان ہوچکی ہے، لوگوں کی نگاہیں اس پر پڑ رہی ہیں۔ میرے سوائے اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ میری غربت یہاں تک پہنچ گئی کہ میں اسکی شادی نہیں کرسکتی اور ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ ایک شریف آدمی کی کہیں عزت نہ جاتی رہے۔ انھیں باتوں کا خیال کرکے میں رو رہی ہوں کہ اللہ آبرو رکھنے والا ہے"

یہ سن کر فاطمہ بہت متاثر ہوئی اور کہا کہ اچھا میں ابھی انتظام کئے دیتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ گھر میں واپس آئی اور وہ دو ڈھائی سو روپے جو بچے رکھے تھے لے کر بڈھی کو دیدئے عورت یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئی اور فاطمہ کو پکڑ کر کہا کہ بیٹی تونے میری عزت رکھ لی۔

دوسرے دن جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ فاطمہ مخدوم صاحب کی قبر پر چادر چڑھانے کے لئے نہیں جا رہی ہے تو ہر شخص نے اس کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ کوئی کہتا اگر نہیں جانا تھا تو رات کو دھوم دھام کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ کوئی کہتا اب معلوم ہوگا جب کہ مخدوم صاحب ناراض ہوجائیں گے اور ان کی بری گت بنے گی۔ اب تو رحیم اچھا ہوگیا لیکن جب اب کی مرتبہ وہ بیمار پڑے گا تو چارپائی پر سے نہ اٹھے گا۔ غرض کہ ہر ایک نے اسی قسم کی باتیں بنانی شروع کیں۔

اب فاطمہ کا من بھی ڈولا۔ کہا واقعی میں نے سخت غلطی کی۔ میں نے بغیر سوچے سمجھے ایسا کیوں کردیا۔ محمد اسحٰق الگ اس پر لال پیلے ہونے لگے۔ رحیم کی محبت اسے الگ ستا رہی تھی کہ خدانخواستہ اگر میرا بیٹا بیمار پڑ گیا تو پھر اچھے ہونے کی کوئی امید نہیں۔ پھر سوچتی کہ لاؤ کہیں سے قرض لے کر منت کو پورا کر ڈالو الغرض وہ اسی کشمکش میں چارپائی پر لیٹی تھی کہ اسے نیند آگئی اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت ہی ضعیف آدمی سر سے پاؤں تک سفید کپڑے پہنے ہوئے میری چارپائی کے سرہانے کھڑا ہے، اس کی داڑھی اور سر کے بال بھی سفید ہوگئے ہیں۔ چہرہ سے رعب برس رہا ہے۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد یوں گویا ہوتا ہے کہ

"اے! عورت! تو جو اتنا ڈرتی ہے کہ اگر رحیم بیمار ہوگیا تو پھر اچھا نہیں ہوگا بالکل غلط ہے۔ تو نے جو کام اس وقت دو ڈھائی سو روپے اس بڑھیا عورت کو دیکر کیا ہے، اس منت کے پورا کرنے سے لاکھ درجے بہتر ہے"۔

اتنا کہہ کر وہ بڈھا غائب ہوگیا۔ فاطمہ خواب سے چونک پڑتی ہے۔ آنگن میں جاکر دیکھا تو دن ڈھل چکا ہے، وہاں سے وہ اپنے شوہر کے پاس جاکر خواب کو بیان کرتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ خواب سب کو معلوم ہوجاتا ہے اور لوگوں کو اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ کسی غریب کو مصیبت میں مدد دینا منت پوری کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

کوائف جامعہ

جامعہ کے جو وفود بغرض فراہمی سرمایہ باہر گئے ہوئے ہیں، ان میں رنگون والے وفد کو بحمد اللہ اچھی خاصی کامیابی ہو رہی ہے اور توقع ہے کہ جب وہ لوگ لوٹیں گے تو امید دل سے دامن بھرا ہوا لے کر لوٹیں گے۔ انھوں نے اپنے فراہم کردہ سرمایہ کی ایک معقول قسط بھیج بھی دی ہے جسے ہم ان کی مجموعی رقم کے ساتھ اعلان کریں گے۔

دوسرا وفد بھی کولمبو بخیر و عافیت پہنچ گیا ہے اور اس نے اپنے کام کی ابتدائی منزلیں طے کرنا شروع کر دی ہیں۔ پروفیسر محمد مجیب صاحب نے وہاں کی تعلیم یافتہ جماعت کے سامنے "ہندوستان کا دستوری ارتقا، اور اس میں مسلمانوں کا حصہ" کے عنوان پر ایک لکچر دیا جو بہت پسند کیا گیا۔ اور اس لیکچر کے ذریعہ لوگوں سے جامعہ کا اچھا خاصا تعارف ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ وہاں کے اہل دل حضرات جامعہ کی پوری امداد فرمائیں گے۔

تیسرا وفد افسوس ہے کہ ان چھٹیوں میں روانہ نہ ہو سکے گا آج کل میسور میں کوئی مقامی کانفرنس ہو رہی ہے۔ جس کی تیاری میں تمام کارکن اور باہمت حضرات مصروف ہیں۔ انھوں نے نہایت خلوص اور محبت سے وفد کو دعوت دی ہے۔ لیکن اپنی اس مجبوری کی وجہ سے وہ کما حقہ پوری امداد شاید نہ دے سکیں اس لئے انھوں نے یہ درخواست کی ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو وفد کا آنا آئندہ دسمبر کے لئے ملتوی کر دیا جائے اور اس وقت وہ پوری مستعدی اور ہمت کے ساتھ وفد کی امداد کریں گے۔

اس تعلیمی سال کے خاتمہ پر جامعہ میں دو نہایت دلچسپ تقریبیں ہوئیں، ایک تربیت گاہ "بشیر منزل" کے سالانہ انعامی جلسہ کی تقریب تھی جس کی روئداد انہی صفحوں میں کہیں شائع ہو رہی ہے۔ دوسری تربیت گاہ "خاکسار منزل" کے آخری انعامی جلسہ کی تقریب تھی جس میں بچوں نے خود اپنے کاموں کی روئداد اپنی زبان سے سنائی جو انشاء اللہ آئندہ اشاعتوں میں درج کی جائے گی۔ ان روئدادوں سے جامعہ کی تربیتی زندگی کا نہایت اچھا نقشہ ناظرین کے سامنے آجائے گا۔

اس سال جامعہ کی جماعتوں کی ترتیب میں ایک غیر معمولی تبدیلی ہوئی ہے جس سے تمام جماعتوں کے نام میں فرق آگیا ہے، یعنی یہ کہ مکتب کی جماعت کا نام بدل کر ابتدائی اول کر دیا گیا ہے اور اس طرح منزل ابتدائی میں کل چھ جماعتیں ہو گئی ہیں

سابق ابتدائی ششم کو ثانوی اول قرار دیدیا گیا ہے جس سے منزل ثانوی میں بھی کل چھ جماعتیں ہو گئی ہیں اور جامعہ جونیر (یعنی میٹرک) اب ثانوی چہارم ہوگا۔ اور جامعہ سینیر (یعنی ایف اے) ثانوی ششم ہوگا اس تبدیلی کا ایک دلچسپ نتیجہ جو ہوا ہے وہ یہ کہ کامیاب شدہ طلبہ خود کو پہلے سے دو جماعتیں آگے سمجھتے ہیں اور اس سے زیادہ یہ کہ ناکام طلبہ بھی خود کو ایک جماعت آگے لکھنے کا مستحق پاتے ہیں۔

گزشتہ پرچہ میں مدرسہ تحتانیہ کی جماعتوں کے نتائج کا ایک مجمل خاکہ دیا گیا تھا جس سے ان کے تعلیمی معیار کا اندازہ ہوا ہوگا اس مرتبہ مدرسہ جامعہ کی بقیہ جماعتوں کے نتائج دئے جاتے ہیں جس سے ان کی تعلیمی حالت کا بھی ایک اندازہ ہو سکے گا۔

جماعت	طلبہ	پاس	فیل	نتیجہ فیصدی
ابتدائی پنجم	۱۹	۱۵	۴	تقریباً ۷۹
ابتدائی ششم	۹	۷	۲	" ۷۷
ثانوی اول	۷	۶	۱	" ۸۵
ثانوی دوم	۶	۵	۱	" ۸۳

ثانوی سوم (جامعہ جونیر) اور بی۔ اے کے نتائج بعد میں شایع ہوں گے۔



بقیہ صفحہ

ہوئی تھی کہ اس نے زال کو نیچے دیکھا۔ زال نے اس سے اشارے سے کہا کہ وہ ایک رسی نیچے لٹکا دے جس سے وہ چڑھ کر اس کے پاس آجائے گا۔ شہزادی نے اپنے تاج کے تمام بند کھولے اور سب سے بڑی پٹی نیچے لٹکا دی۔ زال اس پٹی کے سہارے رودابہ کے پاس آ پہنچا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کے باپ کی ناراضگی بھی رفع ہو گئی اور ان دونوں کی آپس میں شادی ہو گئی۔

کچھ عرصہ بعد رودابہ کسی مہلک مرض میں گرفتار ہو گئی اور اس کے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ زال نہایت آزردہ خاطر اس کے سرہانے بیٹھا تھا کہ اُسے پرندے کے پروں کا یکبارگی خیال آیا۔ اُس نے جھٹ ایک پر آگ پر رکھا اور تھوڑی دیر میں زنزناہٹ کی آواز سنائی دی۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ پرندہ اُڑتا ہوا آرہا ہے۔ اس نے اس سے اپنی مصیبت کا حال بیان کیا۔ پرندہ نے فوراً ایک دوا لاکر دی جس سے رودابہ پھر اچھی ہو گئی اور وہ دونوں خوش خوش رہنے لگے۔

کچھ عرصہ بعد رودابہ کے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام رستم رکھا گیا۔ یہ وہی رستم ہے جس کا نام آج بچہ بچہ جانتا ہے۔



تربیت گاہ "بشیر منزل" کی سالانہ روداد

تربیت گاہ بشیر منزل جامعہ کے متوسط العمر طلبہ کا ایک بورڈنگ ہے جس کا [illegible] کو سالانہ انعامی جلسہ ہوا تھا۔ اس جلسہ میں مولوی سعد الدین انصاری صاحب نگران تربیت گاہ نے بورڈنگ کی ایک مختصر روداد سنائی تھی، اور اسی سلسلہ میں جامعہ کی تعلیم و تربیت پر بھی بحث کی تھی جو یقیناً تعلیم و تربیت سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اس لئے ہم بعض غیر ضروری حصوں کو حذف کرنے کے بعد با قساط ہدیہ ناظرین کریں گے۔ امید ہے کہ یہ مقالہ نہایت دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ — مدیر۔

محترم صدر! سب سے پہلے میں آپ کے توسط سے ان اصحاب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ازراہ کرم اپنی تشریف آوری سے تربیت گاہ کے اس جلسہ کو رونق بخشی۔

اس جلسہ کی غرض و غایت غالباً آپ صاحبان سے پوشیدہ نہ ہو۔ یہ تربیت گاہ بشیر منزل کا وہ آخری سالانہ جلسہ ہے جس میں طلبہ اپنی سال بھر کی کوششوں کا ظاہری صلہ حاصل کرتے ہیں۔ ظاہری صلہ اس لئے کہتا ہوں کہ ان کا حقیقی صلہ ہم چند انسانوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ ان کے ماں باپ، عزیز و اقارب، دوست و احباب اور ان بیشمار انسانوں کے ہاتھ میں ہے جن سے ہمارے یہ نوجوان اپنی آنے والی زندگی میں ملنے والے ہیں۔ یہ پاک دل اگر اس بڑی آبادی کے دلوں میں اپنا گھر بنانے میں کامیاب ہوئے تو اس وقت اپنے مالک حقیقی کی عنایت سے ان کو نفس مطمئنہ کی جو لذت حاصل ہوگی، وہی درحقیقت ان کی تمام کوششوں کا حقیقی صلہ ہوگا۔ نیکی اپنا انعام خود اپنے ساتھ رکھتی ہے، جن دلوں کو اپنا یہ انعام نظر آجاتا ہے، وہ ہمارے ظاہری صلوں کو خواہ کتنے ہی بیش قیمت ہوں، بالکل ہیچ اور صرف طفل تسلی سمجھتے ہیں۔

علم کو دیوتا نہ بناؤ

تربیت یعنی اپنی سیرت کی تعمیر کو تعلیم سے جو تعلق ہے، اس کو آپ صاحبان کے سامنے زیادہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب علم سے انسان کے دل میں وہ نور حق پیدا نہ ہو جو اس کو برائیوں کے اندھیرے سے نکال کر نیکیوں کے اجالے میں کر دے وہ علم انسان کے لئے حجاب اکبر ہے، اسی علم کے لئے شیخ سعدی نے — چارپائے بر و کتابے چند — کہا ہے۔ یونان کے مشہور فلسفی اور معلم اخلاق سقراط کے نزدیک وہ علم علم ہی نہیں جس کا اثر انسان کے اعمال اور اخلاق پر صحیح طور سے نہ پڑے، اگر ہمارا ایمان خدا تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں پر باقی ہے، تو یہ حقیقت اور واضح ہو جاتی ہے۔ اس زمین پر کوئی پیغمبر اور کوئی رشی منی ایسا نہیں آیا جو آج کل ہماری طرح ظاہری علم سے مالا مال ہوتا، ان کی کتابیں اور ان کے استاد کائنات عالم کے وہ بولنے والے مظاہر تھے جو لیل و نہار کی گردش کے ساتھ ہر گھڑی اور ہر جگہ ان کو فطرت انسانی کا سبق پڑھاتے ہیں وہ حقیقی علم تھا جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں کو روشن کرتا تھا، اور اسی آفتاب علم کی کرنیں تھیں جن سے ہزاروں سال کی سوتی بستیاں آن کی آن میں جگ اٹھتی ہیں۔ اس آسمانی صداقت پر ریگستان عرب کے آخری ان پڑھ پیغمبر نے درحقیقت ہمیشہ کے لئے مہر لگا دی۔

میرے عزیز بھائیو! اگر تم کو اپنے نبی امی پر فخر ہے، اور اس کی محبت میں سچے دل سے سرشار ہو تو تم اس بھکی ہوئی دنیا کی طرف نظر نہ اٹھاؤ جس نے علم کو بھی اب ایک دیوتا بنا لیا ہے، بلکہ تم اس حقیقت پر ایمان لاؤ کہ اہم علم وہی ہے جو تمہارے دلوں میں حق کا اجالا پیدا کرے جو تم کو اور تمہارے ساتھ تمام انسانوں کو دنیا کے اندھیرے میں ٹھوکروں سے بچائے، جو علم دنیا کے آسمان پر مصیبت کی گھٹائیں

لائے اس کی پرواز کتنی ہی اونچی ہو، ہم اس کو کبھی حقیقی علم نہیں کہہ سکتے۔ اس کہنے سے میرا یہ منشا ہرگز نہیں کہ کسی علم سے تم کو روکتا ہے۔ نہیں بلکہ علم کے ہر دروازے کو کھٹکھٹاؤ اور فطرت کے ہر راز کو اپنی جد وجہد سے فاش کرو، لیکن کبھی اس حقیقت کو فراموش نہ کرو جس کا جلوہ حق کے فرستادہ انسانوں کے ذریعہ تمام انسانوں کو ہمیشہ دکھایا گیا ہے۔

میرا یہ خطاب اپنے ان عزیز بھائیوں سے ہے جو اس وقت جامعہ میں تحصیل علم کر رہے ہیں۔ میں ان کے دلوں میں اس حقیقت کو بالکل پیوست کر دینا چاہتا ہوں۔ آج دنیا میں علم کے جتنے مرکز ہیں وہ سب اس حقیقی غرض کو فراموش کر چکے ہیں۔ خواہ وہ آزاد ملکوں میں ہوں یا غلام ملکوں میں۔ علم کی وہ فیضانی قوت جو مردہ دلوں کو زندہ کرتی تھی اور زمین کے انسان کو آسمان پر پہنچا دیتی تھی، وہ آج مشرق سے مغرب تک کہیں بھی نہیں۔ مولانا روم کیا خوب فرماتے ہیں۔

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شہر:

کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست

زیں ہمرہانِ سست عناصر دلم گرفت

شیر خدا و رستم دستانم آرزوست

گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما

گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

ان شعروں کا مطلب یہ ہے کہ ایک رات شیخ چراغ لیکر شہر کے چاروں طرف یہ کہتا ہوا پھر رہا تھا کہ میں جانوروں اور چوپاؤں سے تنگ آگیا ہوں اور انسان کی آرزو میں سرگرداں ہوں۔ سست اور دل بجھے ہوئے ساتھیوں سے میں سخت آزردہ خاطر ہوں، شیر خدا اور رستم دستان کی مجھے آرزو ہے۔ میں نے کہا کہ یہ چیز ملتی نہیں گو ہم نے ہر چند تلاش کیا۔ اس (شیخ) نے کہا، بس جو نہ ملے وہی میری آرزو ہے۔"

جامعہ کا حقیقی مقصد

اگر تم اس کو اپنی بڑائی اور شیخی پر محمول نہ کرو تو میں تم سے یقیناً کہونگا کہ جامعہ وہ پہلی درسگاہ ہے جس کی بنیاد حضرت شیخ الہند اور مولانا محمد علی مرحوم کے مقدس ہاتھوں نے رکھ کر اس بھولی ہوئی حقیقت کو یاد دلایا ہے، خصوصاً بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو جو مدتوں سے اپنے بیش بہا اور انمول موتیوں کو آجکل کے جھوٹے بازاروں میں نہایت سستے داموں بیچ رہے ہیں۔

جامعہ اپنے مقصد سے قطعاً دور ہوگی اگر اس کے طلبا اپنے علم سے یہ کام نہ لیں کہ اسلام کی پچھلی شاندار تاریخ کو پھر زندہ کر دیں۔ لیکن میرے عزیز بھائیو! یہ زندگی کیسے ممکن ہے؟ یہ زندگی صرف تمہاری کتابوں سے نہیں آسکتی بلکہ خود اپنے کو علم و عمل سے مرکب ایک بہترین انسان بنا کر جس کا اگر دماغ ایک طرف فطرت کے مشکل عقدوں کو حل کر رہا ہو، تو دوسری طرف اس کا دل خالق و مخلوق کی سچی محبت سے معمور ہو، اور اس کے ہاتھ پیر احکام حق کی بجا آوری میں پوری طرح مشغول و منہمک ہوں۔ بس تمہاری جامعہ کا یہ اور بس یہی مقصد ہے۔

اس عظیم الشان مقصد کے لئے جامعہ نے اپنے تعلیمی کمروں کے پہلو بہ پہلو وہ حجرے بھی بنائے ہیں جن میں تم رہ کر وہ عادات واطوار سیکھ سکتے ہو، جو تم کو زندگی کی حقیقی خوشیوں سے مالامال کریں۔ تمہاری جو حالت ان چھوٹے حجروں میں ہوگی وہی بعینہ آگے چل کر تمہارے اس وسیع ہال میں ہوگی جس کی چھت آسمان اور فرش زمین ہے۔ ان حجروں میں تم اپنے کو جو کچھ چاہو بنا سکتے ہو۔ خالد وطلحہ، امام مالک وامام ابوحنیفہ بخاری ومسلم، عبدالقادر جیلانی، مولانا روم، رازی وغزالی سبھی کچھ بن سکتے ہو۔ البتہ دل ودماغ کی اس تعمیر میں ہمارے نصاب اور دستور العمل کے خشک قواعد وضوابط کام نہیں دے سکتے۔ بلکہ وہ دل اور صرف وہ دل کام آسکتے ہیں جنکے اندر کچھ بھی حق کی چنگاری موجود ہے۔ اگر ایک دل بھی خدا ایسا دے تو جامعہ کے یہ ہونہار زمین سے آسمان پر پہنچ سکتے ہیں، لیکن اگر اپنی شامت اعمال سے ایسا دل حاصل نہیں، تو ہم تم دونوں مل کر اپنے اسلاف کے وہ ہشیار دل ڈھونڈھیں جن کے جسم اگرچہ ہماری ان مادی آنکھوں سے چھپ گئے ہیں، لیکن ہمارے دل کی آنکھیں بقائے دوام کی کتابوں پرانے دلوں کو اسی طرح دیکھ سکتی ہیں، جس طرح زندگی میں انکو دیکھ سکتی ہیں۔

میری یہ باتیں ہر ایک کے دل میں شاید آسانی سے نہ اتری ہوں، اس لئے میں اب اپنے چھوٹے بھائیوں سے انہی کی زبان میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اگرچہ بدقسمتی سے مجھے یہ ملکہ حاصل نہیں۔

(باقی)

"اس طریقۂ تعلیم سے بچوں کو ایسی تربیت حاصل
ہوتی ہے جس سے آزادیٔ تربیت کی بنیادیں
مستحکم ہو جاتی ہیں۔
نواب اکبر یار جنگ بہادر
سیکریٹری تعلیمات

پروجکٹ کیا ہے؟

پروجکٹ طریقے سے مراد بچوں کا مفید ارادے کرنا اور ان پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اس میں بچے بہت سے مقاصد میں سے ایک مقصد جو مقصد مناسب وقت کے لئے منتخب کرتے ہیں وہ اسے پورا کرنے کے لیے ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش میں انہیں مختلف مضامین میں کام کرنا پڑتا ہے۔ مقصد کا انتخاب کرکے کس طرح مختلف مضامین کا کام کیا جاتا ہے؟

یہ اگر آپ معلوم کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل دو کتابیں پڑھیے۔

باغبانی پروجکٹ   میلاد النبی پروجکٹ

۸ / ۔   ۸ / ۔

مندرجہ بالا دونوں کتابوں میں بہت سی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

یہ اور بہت سی اچھی اچھی کتابیں ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ۔ قرولباغ دہلی

"یہ ایک
نہایت قیمتی تجربہ
ہے اور جہاں تک
میں دیکھ سکا ہوں صحیح
اصولوں پر کیا جا رہا ہے"
خواجہ غلام السیدین صاحب
پرنسپل ٹریننگ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

بچوں کا کتب خانہ

محنت
(ڈراما) یہ خواجہ عبدالغفار صاحب مرحوم کا آخری ڈراما ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ایک لڑکا کس طرح پڑھنے سے دل چرا کر آوارہ پھرتا تھا اور دوسری طرف دکھایا گیا ہے کہ کس طرح ایک غریب لڑکا محنت و مشقت سے رفاہ عام کے کام کرتا ہے اور کامیاب زندگی بسر کرتا ہے۔ شیخ چلی [illegible] ایک منظر [illegible]۔ قیمت چار آنے

اسکول کی زندگی
(ڈراما) یہ ڈراما خاص طور سے بچوں کے لئے لکھا گیا ہے جس میں ہندوستانی مدرسوں کی زندگی بتائی گئی ہے اور یورپ اور شہروں کے مدرسوں کا خوبی کے ساتھ مقابلہ کیا گیا ہے اور نتائج دکھائے گئے ہیں۔ یہ ڈراما جامعہ کے بچوں نے کیا تھا جو بہت پسند کیا گیا۔ قیمت صرف ۴

قوم پرست طالب علم
(ڈراما) بچوں کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس میں متحدہ قومیت، حب وطن، ایثار، راستبازی، وفاداری بالآخر کامیابی کے مناظر نہایت ہی اچھے طریقے سے دکھائے گئے ہیں۔ طلبہ میں پاک جذبات پیدا کرنے میں یہ ڈراما یقیناً کامیاب ثابت ہوگا۔ قیمت ۴

بچوں کا انصاف
(ڈراما) یہ ڈراما الف لیلہ کا ایک قصہ ہے۔ بچوں نے خیانت کے مقدمے کا کس طرح فیصلہ کیا کہ خلیفہ ہارون الرشید بھی دنگ رہ گیا۔ یہ بچوں کا ڈراما بچوں ہی کی زبان میں لکھا گیا ہے۔ قیمت صرف ۴

دنیا کے بسنے والے
حبشیوں، امریکہ کے پرانے باشندے، ریڈ انڈین، عربوں، افریقہ کے بونوں اور جاپان و سوئٹزرلینڈ کے لوگوں کے حالات درج ہیں جہاں ہر [illegible] برف گرتی ہے۔ کتاب میں تقریباً ۵۰ تصویریں ہیں جن میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ انھیں دیکھ کر ہنسی ضبط کرنا محال ہے۔ قیمت صرف ۶؍

بہار کے پھول
حضرت حفیظ جالندھری کی اُن دلآویز نظموں کا مجموعہ جو اخبار پھول میں چھپ کر بے حد پسند کی جا چکی ہیں۔ قیمت آٹھ آنے

ترکوں کی کہانیاں
اس کتاب میں ترک بچوں کی بہادری اور ہمت و جرأت کی چند صحیح اور سچی کہانیاں ہیں جن کے پڑھنے سے بچوں میں قومی جوش پیدا ہوتا ہے اور ترک بچوں کی طرح سے وہ بھی تندرست اور بہادر بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ بڑے مزے کی کہانیاں ہیں۔ قیمت صرف ۴

پرستان
پریوں کا شیش محل، لعل کی تلاش، گیندا، شہزادی اور پریاں [illegible] کی کہانیاں ایسی ہیں کہ ہمیشہ یاد رہتی ہیں۔ سنگلیا [illegible] کی کہانی، سمندر کی سنہری پری، سونیوں [illegible] سوداگر، پڑھنے کے قابل کہانیاں ہیں۔ قیمت حصہ اول ۴؍ دوم ۴؍

سیاحوں کی کہانیاں
امریکہ اور آسٹریلیا کے سے دور دراز براعظم، قطب شمالی، دریائے نیل کے منبع اور تبت کے پایۂ تخت جیسے خطرناک مقامات پر پہلے پہل انسانی قدم کب اور کس طرح پہنچا اور انسان نے وہاں پر عظیم الشان فتوحات کب اور کس طرح حاصل کیں۔ قیمت ۱۲؍

تاریخ ہند کی کہانیاں
سیکڑوں برس پہلے کے ہندوستان کی اچھی کہانیاں ایسی آسان اور پیاری زبان میں ہیں کہ کوئی بچہ کتاب شروع کرنے کے بعد بغیر ختم کئے چھوڑ نہیں سکتا۔ قیمت صرف ۴؍

کاری گری
تمام مفید اور اہم صنعتوں کے حالات جیسے چاقو، دیا سلائی، پن، سوئی، پمپ، کپڑا بننے کی مشین، گھڑی، شیشہ، چائے، پتھر کا کوئلہ، بوٹ، گڑ، شکر، چینی، قفل اور چینی کے برتن بنانے کے حالات بہت دلچسپ انداز میں۔ قیمت ۱۲؍

بن باسی رستم
جنگل بک کی ایک کہانی کا ترجمہ دہلی کی بامحاورہ زبان میں جو بہت سے مدرسوں میں بطور کورس کے پڑھائی جاتی ہے۔ قیمت ۶؍

مکتبہ جامعہ، قرول باغ دہلی


پیام تعلیم
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی
پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ
رجسٹرڈ ایل

شریر لڑکا (ڈراما)

مصنفہ

ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے، پی ایچ۔ ڈی

یہ بچوں کے لئے ایک نتیجہ خیز ڈراما ہے

بڑا دلچسپ اور خوب مزے دار

اس میں دکھایا گیا ہے کہ شریر لڑکے

بہتر سے بہتر کام انجام دے سکتے ہیں

اگر انہیں استاد اچھے مل جائیں

قیمت (چار آنے)

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

قیمت سالانہ
عہ/

پیامِ تعلیم

قیمت فی پرچہ
۲ر

جلد ۱۲ | ۷ر اگست ۱۹۳۲ء سنہ عیسوی | نمبر ۷

فہرست مضامین

(ایڈیٹر:- سید انصاری۔ بی۔ اے (جامعہ) طابع وناشر:- ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ (مطبوعہ جامعہ برقی پریس دہلی)

دنیا کے بچے

(گذشتہ سے پیوستہ)

لال ہندی بچے

جب ہم اُڑے جارہے تھے تو چندہ ماموں نے کہا: "وہ کیا ہے؟" میں نے کہا: "ایک پرندہ ہے۔" بولے: "یہ تو کچھ لئے جارہا ہے۔" میں نے جو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک عقاب کسی بچے کو اُڑائے لئے چلا جارہا ہے۔ دل میں خیال کیا کہ آگے چل کر کہیں اس کو کھائے گا۔ لیکن جب ہم ذرا نزدیک پہونچے تو دیکھا کہ لڑکا ذرا بھی سہما ہوا نہیں ہے۔ وہ لال ہندی بچہ تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: "کہاں جارہے ہو؟" بولا: "گھر کو۔" میں نے کہا: "کیا ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں؟" بولا: "بڑی خوشی سے۔" تھوڑی دیر بعد ہم زمین پر اُترے۔ وہاں بہت آدمی جمع تھے۔ کبھی ہمیں اور کبھی اس لڑکے کو دیکھنے لگے۔

ان آدمیوں کا بدن بھورا بھورا، لال لال سا تھا۔ بال بھی لمبے لمبے سیدھے اور کالے تھے۔ جوتے گھٹنوں تک کے تھے۔ بیچ میں کہیں جوڑ نہیں مگر تھے بہت ملائم۔ لمبے لمبے پائپ پی رہے تھے۔ چندہ ماموں نے کہا: "بھائی یہ تو بتاؤ، عقاب نے اس بچہ کو کھایا کیوں نہیں؟" یہ بات میں نے اس بچہ کے باپ سے پوچھی اور اس نے یہ قصہ سنایا:-

ایک روز یہ لڑکا اپنی تیر کمان لے کر شکار کو نکلا۔ راستہ میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک عقاب کے بچہ کا پر ٹوٹا پڑا ہے۔ لڑکے نے اسے اٹھا لیا۔ بچہ بھی چپ چاپ رہا۔ چونچ وغیرہ کچھ نہیں ماری۔ اسے اپنے گھر لایا۔ پر ٹھیک کیا۔ اس کے رہنے کے لئے گھاس اور پتیوں کا ایک گھونسلہ سا بنا دیا۔ جب اس کا پر بالکل اچھا ہوگیا تو لڑکے نے بچہ کو اسی پہاڑی پر جہاں سے لایا تھا، لے جاکر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد بہت دنوں تک دونوں نہیں ملے۔ اسی روز جس روز کہ ہم اسکیموؤں کے یہاں سے آرہے تھے وہی لڑکا اپنی کشتی لے کر دریا پر مچھلی پکڑنے گیا۔ کشتی درخت کی چھال کی بنی ہوئی تھی۔ اور کانٹے ہڈی کے۔ دریا زوروں پر تھا۔ اور لڑکے کو مزہ میں کچھ خبر نہ ہوئی۔ اتنے میں اس نے دُور سے پانی گرنے کی آواز سنی۔ وہ ڈرا۔ جانتا تھا کہ آگے جھال ہے۔ جہاں وہ تو مر ہی جائے گا۔ اور کشتی کے بھی ٹکڑے ہوجائیں گے۔

جب جھال کے پاس پہونچا تو ٹھیک اسی وقت ایک عقاب اڑتا ہوا آیا۔ اتفاق سے یہ اس کا وہی پُرانا دوست تھا جس کا پر اس نے ٹھیک کیا تھا۔ لڑکے نے کشتی میں کھڑے ہوکر عقاب کی ٹانگ پکڑ لی۔ عقاب اڑ گیا۔ اور اس کے گھر کا راستہ لیا۔ اسی راستہ میں ہم ان دونوں سے ملے تھے۔

یہ قصہ سن کر میں نے چندہ ماموں سے پوچھا کہ یہ کہانی کیسی ہے؟ بولے: "اس کہانی سے تو بہت اچھی ہے جو ہم نے گرین لینڈ میں سنی تھی۔" قصہ ختم ہونے کے بعد ایک ہندی نے پوچھا: "آپ یہاں کس غرض سے تشریف لائے ہیں؟"

میں نے کہا: "ہم تو دنیا کے بچے دیکھتے پھرتے ہیں۔ آپ کے بچے کدھر ہیں؟ ذرا ان سے بھی ملتے۔"

باپ نے جواب دیا: "اس وقت تو وہ سب کام کاج میں لگے ہوئے ہیں۔ لڑکے یا تو شکار کھیلنے گئے ہوں گے، یا کشتیاں بنا رہے ہوں گے۔ رہی لڑکیاں۔ کچھ تو چمڑے کے کپڑے بنا رہی ہوں گی اور کچھ گایوں کی دیکھ بھال کر رہی ہوں گی، باقی ٹوکریاں اور چٹائیاں بنا رہی ہیں۔ اس کے بعد کھانا پکائیں گی۔ اس وقت تو سوائے ننھوں کے کوئی خالی نہ ہوگا۔ ایک تو اس پینگ میں ہے۔" جدھر اس نے اشارہ کیا تھا ادھر دیکھا مگر جھولا کہیں دکھائی نہیں دیا۔ وہ شخص ہنس کر کہنے لگا: "تم تو زمین پر دیکھ رہے ہو، درخت پر دیکھو وہ کیا لٹک رہا ہے۔"

ہم درخت کے پاس گئے اور ننھے کو آگے پیچھے جھولتے ہوئے دیکھا چندہ ماموں پاس گھس کر اس کا سر اِدھر اُدھر ہلانے لگے۔ ننھے نے کھل کھلا کر ان کی آنکھ میں انگلی گھبودی۔ بڑے میاں جو پیچھے ہٹ کر بھاگے تو اپنی لالٹین گرادی، اور کتے کو کچل دیا۔ کتے نے اتنے زور سے شور مچایا کہ ہمیں اور کچھ نہ سنائی دیا۔ جب ذرا چپکا ہوا تو معلوم ہوا کہ ننھا۔ غوں۔ غوں۔ غوں۔ غوں۔ کر رہا ہے۔ چندہ ماموں پوچھنے لگے کہ یہ کیا

کہتا ہے؟ میں نے کہا "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

ایک بڑی بی ہماری ساری باتیں دیکھ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ "اماں ہم پردیسی ہیں۔ یہاں کی بولی نہیں سمجھتے ہیں۔ ذرا بتلائیے تو کہ یہ ننھا غو۔غو۔ کیا کرتا ہے؟"

بڑی بی نے کہا "بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں سب بتادوں گی۔" ہم بیٹھ گئے۔ اونہوں نے کہا سنو۔ بہت دن ہوئے پہاڑوں کے پاس کسی گاؤں میں ایک ہندی سردار رہتا تھا۔ اس نے بہت سی لڑائیاں لڑی تھیں اور سینکڑوں آدمی قتل کئے تھے۔ تمام جتھے میں اس آدمی کے برابر کوئی بہادر نہ تھا۔ وہ نہ تو برفانی دیوؤں سے ڈرتا جو عورتوں اور بچوں کو اٹھا کر لے جایا کرتے تھے۔ اور نہ اس کے دل میں چڑیلوں کا ہی خوف تھا جو غاروں یا چٹانوں میں سوراخ بنا کر رہا کرتی تھیں۔ دیوؤں اور چڑیلوں تک سے لڑا۔ اور سب کو ملک سے نکال دیا۔ سب آدمی سردار سے محبت کرتے تھے۔ وہ اتنا نیک اور بہادر تھا کہ ہر چھوٹا بڑا یہ سمجھتا کہ اس جیسا آدمی اور کہیں نہ ہوگا۔ لیکن جب وہ دیوؤں کو نکال چکا تو شیخی خورا ہوگیا۔ اور اپنے آپ کو دنیا میں سب سے بڑا آدمی سمجھنے لگا۔ وہ یہ کہا کرتا تھا کہ میں ہر آدمی کو ہرا سکتا ہوں۔ اسی گاؤں میں ایک بوڑھی عورت بھی رہتی تھی جو بہت عقلمند تھی۔ جب اس نے سردار کی باتیں سنیں تو اوس کی بے وقوفی پر ہنسی۔ اور کہا "اس میں شک نہیں کہ ہمارا سردار بہت بڑا آدمی ہے، لیکن گاؤں میں ایک اور بھی ہے جو سردار سے بھی بڑا ہے۔" لوگوں نے یہ بات سردار سے کہدی۔ وہ بڑھیا کے پاس اس کے مکان پر ملنے آیا۔ اور کہنے لگا "بڑی اماں، وہ آدمی کون ہے جو مجھ سے بڑا ہے؟" بڑھیا نے جواب دیا "وہ ننھا ہے" سردار نے پوچھا کہاں ہے؟ بڑھیا نے گھر کے اندر ایک طرف کو اشارہ کرکے کہا کہ وہاں ہے۔

وہاں جا کر سردار کیا دیکھتا ہے کہ ایک لال ہندی بچہ فرش پر بیٹھا ہوا ہاتھ میں مصری کی ڈلی لئے آپ ہی آپ باتیں کر رہا ہے اور بہت پیارا معلوم ہوتا ہے۔ سردار کے بیوی بچے تو تھے نہیں جو جانتا کہ بچے کیسے ہوتے ہیں۔ تمام شیخی خوروں کی طرح یہ سمجھتا تھا کہ سب کچھ جانتا ہے۔ اسے یقین تھا کہ جس طرح وہ کہے گا ننھا اسی طرح کرے گا۔ اس لئے لاڈ میں کہا "ننھے۔ آؤ۔ یہاں آؤ" بچے نے سنا ہی نہیں۔ اور مصری کی ڈلی چوستا رہا۔ سردار کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی گاؤں کے سب آدمی مرد ہوں یا عورت، بڈھے ہوں یا بچے۔ اس کا کہنا مانتے تھے۔ وہ اس سوچ میں پڑگیا کہ یہ بچہ میرا کہنا کیوں نہیں مانتا۔ اب کی مرتبہ پھر اس نے پیار سے کہا "ننھے منے یہاں آؤ" بچہ پھر پہلے کی طرح مصری کی ڈلی چوستا رہا۔ اس پر سردار کو بہت غصہ آیا۔ زندگی بھر میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی آدمی کو وہ ایک کام کے لئے کہے اور وہ نہ کرے، بہت ناراض ہوکر زور سے چلا کر کہا "ننھے میرے پاس آ۔"

بچہ منہ پھاڑ کر رونے اور چلانے لگا۔ سردار نے ایسا شور کبھی نہیں سنا تھا۔ دیوؤں نے بھی ایسی آوازیں نہیں نکالی تھیں۔ سردار پریشان تھا کہ کرے تو کیا کرے۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ بچہ اس کا کہنا کیوں نہیں مانتا سردار کے پاس ایک تھیلہ تھا جس میں کچھ ایسی چیزیں تھیں جو چڑیلوں سے لڑتے وقت کام آتی تھیں۔ اس نے تھیلہ نکال کر بچے کے سامنے ہلایا اور اپنے آپ ناچنے لگا۔ اس پر بچہ رونا دھونا بھول کر سردار کے اچھلنے کودنے پر ہنسنے لگا۔ لیکن مصری کی ڈلی کو چوسنا نہیں چھوڑا سردار ناچتے ناچتے تھک گیا۔ برا حال۔ چہرے پر سے پسینہ بہتا ہوا گردن اور کلوں پر لال رنگ کے بہ جانے سے دھبے پڑگئے اور تمام پر جو بالوں میں لگے ہوئے تھے، گر گئے۔ آخر پریشان ہوکر بیٹھ گیا۔ بڑی بی نے کہا "اب بھی مانوگے یا نہیں کہ ننھا تم سے بڑا ہے۔ سب سے بہادر ہے اور گھر کا بادشاہ ہے۔ ہمیشہ اپنی خوشی کا کام کرتا ہے۔ ہر شخص اس سے محبت کرتا ہے اور اس کا کہنا مانتا ہے۔"

سردار نے کہا "بے شک تم سچ کہتی ہو۔" جب وہ جانے لگا۔ تو ننھے نے اپنی غو۔غو شروع کی۔ اب آئندہ جب کبھی تم کسی بچہ کو غو۔غو کہتے سنو تو اس کا مطلب سمجھ جاؤ۔ یہ وہ لفظ ہیں جو ننھے نے سردار کو ہرا کر بھگانے کے لئے کہے تھے۔

بابر

ہندوستان کے پچھم میں ترکستان کے ملک میں سمرقند ایک چھوٹی سی سلطنت تھی۔ باپ کے مرنے پر بابر جو بارہ سال کا لڑکا تھا تخت پر بیٹھا۔ سلطنت کے کام کو سنبھالنا آسان نہ تھا اس لئے کہ اس کے بھائی اور چچا چاروں طرف اس کے دشمن ہو رہے تھے۔ لیکن بابر بڑا بہادر، ہمت والا اور نڈر تھا۔ دنیا کی کوئی مصیبت اسے پریشان نہ کرتی تھی۔ وہ بلا خوف سب دشمنوں کا مقابلہ کرتا تھا۔ ان لڑائیوں میں اسے بڑی بڑی تکلیفیں جھیلنا پڑیں۔ مگر وہ کبھی نہ گھبراتا اور ہمیشہ خوش رہتا اور دوسرے لوگوں کو بھی تسلی اور ہمت دلاتا رہتا۔ اکثر وہ اپنے ملک سے بھی نکال دیا گیا اور ادھر اُدھر پہاڑوں میں اپنی جان بچاتا پھرا۔ کبھی پھر اس نے فوج جمع کر کے اپنا ملک لے لیا بلکہ دوسروں کے ملک پر بھی حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ مگر یہ حالت بھی باقی نہ رہی۔ غرض کبھی ایک جگہ جم کر اطمینان سے زندگی بسر نہ ہوئی۔ اس حالت میں بھی وہ بڑے بڑے خیالی پلاؤ پکایا کرتا تھا۔ کبھی ایران کو فتح کرنے کا ارادہ کرتا کبھی ہندوستان پر حملہ کرنے کو سوچتا۔ خاموش اور ناامید ہو کر اس سے نہ بیٹھا جاتا۔ برابر کوئی نہ کوئی بڑا کام اس کے سامنے ہوتا۔ اور اسی کی فکر میں دن رات وہ لگا رہتا +

بابر کو اپنا ملک واپس لینے کی جب کوئی آس نہ رہی تو اس نے ہندوستان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ پانچ مرتبہ اس نے ہندوستان پر حملے کئے اور آخر میں فتح کر لیا +

بابر کے پاس صرف بارہ ہزار فوج تھی۔ سلطان ابراہیم لودی جو اس زمانہ میں دہلی میں حکومت کر رہا تھا شمالی ہندوستان کا بادشاہ تھا۔ اور اس کے علاوہ ہندوؤں کی بڑی قوت اس کے ساتھ تھی۔ ان تمام باتوں کے باوجود بابر نے اپنی چھوٹی سی فوج سے سلطان ابراہیم کے بڑے لشکر کا (جس میں ایک لاکھ سپاہیوں سے کم نہ تھے) بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ بابر کی ہوشیاری اور فوج کے انتظام کی خوبی ایسی تھی کہ جس نے اتنی بڑی فوج کو بدحواس کر دیا۔ اور شام تک سلطان ابراہیم مع پندرہ ہزار سپاہیوں کے کام آ گیا اور باقی فوج جان بچا کر بھاگ گئی۔ یہ فتح کوئی معمولی فتح نہ تھی۔ اس سے ہندوستان میں سلطنت قایم کرنے کا راستہ کھل گیا۔ اور تمام ملک میں بابر کی بہادری اور ہمت کا سکہ بیٹھ گیا +

پانی پت کی اس لڑائی کے بعد بابر نے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا اور بے شمار دولت بڑی فیاضی سے اپنی فوج میں تقسیم کی۔ لیکن مئی کا مہینہ شروع ہو گیا تھا یہاں کی سخت گرمی ان سرد ملک کے رہنے والوں کو بے چین کئے دیتی تھی۔ بالآخر گرمی سے پریشان ہو کر سب لوگوں نے واپسی کی ٹھان لی۔ بابر صرف اتنی سی بات کے لئے ایسی بڑی سلطنت کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ اس نے سب افسروں کو جمع کیا اور ایک بڑی پُر جوش تقریر کی۔ جس میں انہیں غیرت دلائی اور کہا کہ یہ کیسی کم ہمتی کی بات ہے کہ اب جبکہ سب مصیبتیں جھیل چکے ہو اور ان کا پھل ملنے کو ہے۔ اس وقت تم کابل کی سرد ہوا یاد کرتے ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بابر کے ساتھیوں کی ہمت بندھ گئی۔ وہ اور زیادہ جوش سے دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے +

اودے پور کے مشہور و بہادر راجہ رانا سنگا ایک بہت بڑی اور زبردست فوج لے کر آگرہ کے قریب سیکری کے میدان میں بابر سے لڑنے آئے۔ رانا کی بہادری کے قصے تمام ملک میں مشہور تھے۔ سینکڑوں لڑائیوں کو رانا نے جیتا تھا۔ اور ان کا رعب تمام ملک پر چھایا ہوا تھا۔ اس فوج کا اس قدر اثر ہوا کہ خود بابر کی فوج گھبرا اٹھی اور رانا کے مقابلہ سے ڈرنے لگی۔ لیکن بابر نے بڑی ہمت سے مقابلہ کیا۔ بابر خود جانتا تھا کہ اگر فتح نہ ہوئی تو صرف وہی نہیں بلکہ اس کی ساری فوج ہلاک ہو جائے گی۔ اسی لئے اس نے دعا مانگی اور شراب پینے کی عادت چھوڑنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ شراب کے سارے برتن توڑ ڈالے اور پھر تمام عمر شراب نہ پی اور اپنے عہد پر قایم رہا +

اس کے بعد دو چار اور لڑائیاں ہوئیں جن میں بابر کو فتح ہوئی۔ اب دہلی اور آگرہ کے صوبے بابر کی زیر حکومت تھے۔ ہمایوں سنبھل میں بیمار ہوا اور آگرہ لایا گیا۔ آگرہ پہونچ کر اس کی حالت اور بھی خراب ہو گئی۔ بابر اپنے پیارے بیٹے ہمایوں کے بستر کے چاروں طرف گھوما

اور اس نے دعا کی کہ وہ اچھا ہو جائے اور اس کے بدلے بابر کو موت آ جائے۔ یہ ایسے سچے دل سے اور ایسے مصیبت کے وقت دعا کی کہ فوراً قبول ہوئی۔ ہمایوں کی حالت سنبھلتی گئی اور بابر فوراً بیمار پڑ گیا تھوڑے ہی دنوں میں بابر کا آگرہ میں انتقال ہوا اور اس کی نعش کابل بھیجی گئی۔ جہاں ایک باغ میں اس کی وصیت کے مطابق دفن ہوئی۔

بابر صرف بہادر، عالی ہمت اور قابل جنرل ہی نہ تھا بلکہ شاعر اور ادیب بھی ایسا ہی تھا۔ فارسی اور ترکی دونوں زبانوں میں پوری مہارت تھی۔ اور اس کی تحریر ایک بہت ہی دلچسپ اور نرالے ڈھنگ کی تھی۔ گانے کا بڑا ماہر تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے حالات بڑے اچھے اور دلچسپ انداز میں لکھے ہیں۔

عنقا

عنقا کا لفظ سنتے ہی، بجائے اس جانور کی شکل و صورت کے فوراً ہمارے ذہن میں اس کے اصطلاحی معنے "نایاب" "ناپید" وغیرہ آ جاتے ہیں۔ گویا عنقا نام ہے کسی فرضی چیز اور خیالی وجود کا۔

عام طور پر ایشیائی شعراء نے بھی عنقا، ہُما اور راج ہنس کو فرضی جانور تصور کر کے ان کو مختلف صورتوں میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ عنقا کا نایاب ہونا، ہُما کا ایسا مبارک ہونا کہ جس کے سر پر اس کا سایہ پڑ جائے وزیر یا بادشاہ بنا دے۔ اور راج ہنس کی خوب صورتی اور خصوصاً زندگی کا یہ ثبوت کہ مرنے کے وقت طرح طرح کے سُروں سے گانا اور چہچہانا۔ یہ سب ایسے مشہور افسانے ہیں جن کو نہ صرف شعراء بلکہ بڑے بڑے مصنفین نے اپنی تحریروں میں بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔ مشہور عالم سینٹا "نیک آدمی کو عنقا بتاتا ہے۔ جرنیل ملک و قوم سے محبت کرنے والے کو ہُما سے تعبیر کرتا ہے۔ سُقراط کا قول ہے۔" اچھے آدمی کو راج ہنس کی تقلید کرنا چاہئے۔ جو شخص عقل اور عالم روحانی کی حقیقت سے یہ بات معلوم کر کے کہ موت کتنے سکون اور آرام کی چیز ہے، خوشی کا اظہار کرتا، اور گاتا ہوا مرتا ہے۔"

دیگر مورخین کے علاوہ قدیم تاریخ مصر کے مشہور مورخ ہیرو ڈوٹس نے مصر کی تاریخ میں عنقا کا بے حد عجیب اور دلچسپ قصہ لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عنقا عجیب قسم کا جانور ہے۔ اور تمام دنیا میں وہ محض ایک ہی ہوتا ہے۔ وہ ملک عرب میں پیدا ہوتا ہے اور اس کی عمر تقریباً پانچ سو یا چھ سو برس تک ہوتی ہے۔ اس کا قد عقاب کے برابر ہوتا ہے اور اس کا سر نہایت چکدار، خوب صورت پروں سے آراستہ ہوتا ہے۔ اس کی گردن پر سنہرے بال ہوتے ہیں اور جسم کا بقیہ حصہ ارغوانی رنگ کا، دم سفید و سرخ ملی ہوئی اور آنکھیں ستاروں کے مانند تیز چمکتی ہوئی ہوتی ہیں۔ جب وہ بڈھا ہو جاتا ہے اور اس کے مرنے کا وقت نزدیک آتا ہے تو وہ لکڑیوں خوشبودار چیزوں سے اپنا گھونسلا، جس کو مرقد کہنا چاہئے، بناتا ہے۔ اور اس کے اندر بیٹھ جاتا ہے اور اس طرح مر جاتا ہے۔

اس کی ہڈیوں اور چربی سے ایک کیڑا پیدا ہوتا ہے اور یہ کیڑا دوسرا عنقا بن جاتا ہے۔ یہ دوسرا عنقا پہلے مردہ عنقا کو، جس سے یہ پیدا ہوا ہے، اس طرح دفن کرتا ہے کہ مختلف قسم کی خوشبودار چیزیں جمع کر کے انڈے کی صورت میں ایک گولی بناتا ہے اور جب خوب اندازہ کر لیتا ہے کہ وہ اس سے اڑ سکے گی تو پھر اس میں چھید کر کے پہلے عنقا کا جو کچھ بچا ہوا ہے اس میں رکھ کر اس کے سوراخ کو خوشبودار چیزوں سے بہت احتیاط سے بند کر دیتا ہے اور پھر اس جسدِ خاکی، لیکن عزیز چیز کو اپنے بازوؤں پر اٹھا کر مصر کی شہر ہیلیو پولس میں لے جاتا ہے۔ اور جہاں آفتاب کی پرستش کے لئے چیزیں جلائی جاتی ہیں اس جگہ لے جا کر دفن کر دیتا ہے۔

عنقا کے اس افسانہ کے بارے میں مورخین سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ بیشتر تو اس کے وجود کے قائل ہی نہیں۔ اور اسے محض وہمی اور فرضی چیز بتاتے ہیں۔ مثلاً مشہور مورخین ڈوٹس اور ٹیسیٹس اس قصہ کی چند باتوں کو ضرور صحیح سمجھتے ہیں، لیکن مورخ پلنی اس کے شروع ہی میں لکھتا ہے کہ یہ واقعہ محض جھوٹا ہے جو لوگوں نے اپنی تفریح کے لئے خود تراش لیا ہے۔ بہرحال خواہ عنقا محض وہمی چیز، فرضی افسانہ اور خیالی وجود ہو، یا حقیقت، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ قصہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت پر لطف اور دلچسپ ہے۔

کشمیر کا مشہور بند شائک

پیام بھائیوں نے اخباروں میں یہ خبر ضرور پڑھی ہوگی کہ کشمیر کا مشہور بند شائک ٹوٹ گیا ہے۔ جس سے سخت طغیانی کا خطرہ ہے۔ لیکن بعد کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ سیلاب اتنا زبردست نہیں ہے۔ اور خوف کی کوئی وجہ نہیں۔ ہمارے بھائی شاید یہ بھی جانتے ہوں گے کہ آج سے چار سال پہلے یعنی ۱۹۲۹ء میں اس بند کے ٹوٹنے سے زبردست اور خوفناک سیلاب آیا تھا۔ جس سے کئی آدمی ڈوب گئے تھے اور کئی گاؤں کا نام و نشان تک مٹ گیا تھا۔ آج ہم اس بند کا مختصر سا حال لکھتے ہیں۔

دریائے شائک دریائے سندھ کا ایک زبردست معاون ہے۔ یہ دریا کوہ قراقرم اور اس کی وادیوں میں سے ہوتا ہوا تقریباً ایک سو دس میل جنوب مشرق کی سمت بہتا ہے۔ پھر شمال مغرب کی طرف مڑ کر لداخ کے دارالخلافہ لیہہ سے ایک سو تیس میل نیچے سکاردو کے پاس دریائے سندھ سے آملتا ہے۔

کوہ قراقرم میں ایک تنگ گھاٹی ہے جس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک برف کا ایک بہت بڑا تودہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ تودہ بالکل ایک پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔ دریائے شائک بھی اسی گھاٹی سے گذرتا ہے لیکن برف کی اس عظیم الشان دیوار کی وجہ سے اس کا پانی رک جاتا ہے۔ صرف تھوڑا سا پانی اس میں سے نکلتا ہے۔ پانی کے رکنے کی وجہ سے ایک بہت بڑی جھیل بن گئی ہے۔ جس کو جھیل گارشن کہتے ہیں۔ برف کے پگھلنے کی وجہ سے اس میں پانی جمع ہوتا رہتا ہے۔ اور جب پانی کا بہت زور ہو تو بند ٹوٹ جاتا ہے اور سینکڑوں من پانی دریائے شائک میں پھیل جاتا ہے۔ چونکہ شائک دریائے سندھ کا معاون ہے اس لئے کشمیر اور وادی سندھ میں بھی طوفان آجاتا ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ دیکھنے سے بہت سی باتوں کا پتہ چل جائے گا۔

سیلاب کی زیادتی —— اور کمی کا انحصار پانی کے زور پر ہے



اگر پانی کا زور کم ہوگا تو سیلاب زیادہ نقصان نہیں پہونچا سکے گا۔ لیکن اگر زور زیادہ ہو تو خوفناک طغیانی کا خطرہ ہوتا ہے۔ پانی کے بہاؤ کو دیکھنے کے لئے جابجا حفاظتی چوکیاں قایم ہیں۔ تاکہ سیلاب کا ذرا سا بھی خطرہ دیکھیں تو دوسرے شہروں اور حکومت کو اس کی اطلاع دے دی جائے تاکہ لوگ اپنی حفاظت کا انتظام کرلیں۔ اس کے علاوہ آگ کے ذریعہ قریب کے دیہاتیوں کو بھی اطلاع دے دی جاتی ہے۔

۱۹۲۹ء کے سیلاب کی وجہ سے سخت نقصان ہوا تھا ضلع میانوالی میں گیارہ ہزار مکان، چار ہزار مویشی، سترہ ہزار من غلہ، اور کئی ہزار ایکڑ کھیت سیلاب کی نذر ہوگئے تھے۔ چونکہ گاؤں اکثر دریا کے قریب ہوتے ہیں اس لئے نقصان بیچارے غریبوں کا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اسی سیلاب میں گاؤں کے گاؤں کو ہوائی جہازوں کے ذریعہ خالی کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ حکومت کی طرف سے اٹھائیس لاکھ روپیہ ان لوگوں کو دیا گیا تھا۔ جو سیلاب میں بالکل تباہ ہوگئے تھے۔

شائک بند کا حال بہت سے لوگوں نے لکھا ہے جن میں میجر میسن۔ مسٹر گن، مسٹر ٹاڈ۔ اور مسٹر گریگری بہت مشہور ہیں۔ مسٹر گریگری تو ۱۹۲۹ء میں شائک بند ٹوٹنے کے وقت اس سے چند میل کے فاصلہ پر تھے۔ انہوں نے شائک بند ٹوٹنے کا ذکر اسطرح کیا ہے۔ ۱۵ راگست ۱۹۲۹ء کو صبح پانچ بجے کے قریب خاں صاحب افاق گل خاں نے اپنے کیمپ میں جو بند سے انیس میل کے فاصلہ پر تھا ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنی جیسے کہ بم پھٹا ہو۔ گیارہ بجے تک اسی طرح کی ہلکی ہلکی آوازیں آتی رہیں۔ اور گیارہ بجے پھر ایک زور کی آواز آئی۔ سب لوگوں نے فوراً سمجھ لیا کہ بند ٹوٹ گیا ہے آخری آواز کے ساتھ ہی جھیل کا سارا پانی وادی شائک میں پھیل گیا۔ اور چند ہی منٹ میں ہندوستان کے دوسرے شہروں میں یہ خبر پھیل گئی کہ ایک خوفناک طوفان آگیا ہے۔

اسی طرح ۱۸۴۱ء میں ننگا پربت کا ایک حصہ دریا میں گر گیا تھا۔ جس سے قدرتی بند بن گیا اور سارا پانی اسطرف جمع ہونے لگا۔ کئی ماہ تک پانی میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ بند ٹوٹ گیا اور نہایت ہی خوفناک سیلاب نے گاؤں اور آدمیوں کو آلیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس سیلاب میں ایک پوری کی پوری سکھ فوج ڈوب گئی تھی۔

یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۹۲۸ء میں مسٹر گیری نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ چار سال بعد یعنی ۱۹۳۲ء میں شاٹک بند ٹوٹنے کی وجہ سے سیلاب آئے گا۔ اس کے بیان پر اخبارات میں خوب تنقیدیں ہوئیں۔ لیکن اس کی پیشین گوئی سچ ہوئی۔ اب وہ لوگ جنہوں نے شاٹک بند کو دیکھا ہو کہہ رہے ہیں کہ تیس سال تک نہ یہ بند ٹوٹے گا نہ سیلاب آئے گا دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اللہ ہم سے بہتر جانتا ہے ٭

غزوۂ احد

ابوجہل کے مرنے کے بعد قریش کی سرداری ابوسفیان کو ملی ابوسفیان مسلمانوں کا جانی دشمن تھا، چونکہ جنگ بدر میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادر مارے گئے تھے، اور اس میں ابوسفیان کے رشتہ دار و عزیز بھی قتل ہوئے تھے، اس لئے ان کا غیض و غضب قدرتی تھا، قریش جوش انتقام سے لبریز تھے، ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے انتقام نہ لے لوں گا نہ خوشبو لگاؤں گا اور نہ کسی اور خوشی میں شریک ہوں گا، چنانچہ مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ورغلا کر تین ہزار جنگجو تیار کر کے روانہ ہوا، جنگ بدر کی شکست سے دنیا دشمنوں کی نظر میں تاریک ہو رہی تھی، اس لڑائی میں ان کے جوش و خروش کی کوئی حد نہ رہی۔

جب آنحضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے بھی تیاری شروع کر دی، آپ ایک ہزار مجاہدین کے ساتھ لڑنے کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن اس میں سے بھی تین سو منافقین جو عبداللہ بن ابی منافق کے مطیع تھے، معمولی بہانہ کر کے علیحدہ ہو گئے۔ تاکہ مسلمانوں کے دل ٹوٹ جائیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلو تہی کر جائیں، لیکن ان کو نہیں معلوم تھا، کہ اسلام کے روشن نقوش مسلمانوں کے دلوں پر پہلے ہی کندہ ہو چکے تھے، اور وہ محمدؐ پر جان دینے کے لئے فرض عین سمجھتے ہیں، بقیہ لوگوں نے ذرا بھی پرواہ نہ کی اور تین ہزار فوج کے مقابل میں لڑنے کے لئے بڑھتے چلے گئے مسلمانوں نے احد کی پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ اور وہیں رات گذاری، صبح کو نماز سے فارغ ہو کر میدان جنگ میں آ پہنچے، آپ نے پہاڑی کے پیچھے بلندی پر پچاس تیر اندازوں کو کھڑا کر دیا، اور تاکید کر دی کہ اپنی جگہ کو مت چھوڑنا۔ ان سات سو مسلمانوں پر آنحضرت کمان کر رہے تھے، ان مسلمانوں کے پاس نہ کوئی جنگ کا اچھا سامان تھا اور نہ کوئی سواری کے گھوڑے تھے، نہ کوئی قلعہ تھا کہ جس میں پناہ لے کر حملہ کا جواب دیں۔ اور نہ کثرت ہی تھی، کہ غلبہ حاصل کریں۔ ہاں! یہ ضرور تھا کہ ایک ایسے سردار کے ماتحت تھے جس کے عشق میں اپنی جان دینے کو تیار رہتے تھے، دشمنوں کے تین ہزار سپاہیوں کی سرداری ابوسفیان کے سپرد تھی، اس جنگ میں پہلے تو مسلمان خوب جواں مردی کے ساتھ لڑے کہ مشرکین کو تتر بتر کر دیا۔ ابوسفیان خود بھاگ نکلا، مسلمانوں نے جب مشرکین کو بھاگتے دیکھا تو فوراً مال غنیمت کے لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ جب مسلمان غالب ہو گئے تو تیر انداز بھی اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے میں لگ گئے، وہاں پر صرف عبداللہ بن جبیر جو اُن کے سردار تھے رہ گئے تھے۔ دشمنوں نے جب دیکھا کہ گھاٹی بالکل خالی ہے۔ تو عقب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اب معاملہ بالکل برعکس ہو گیا یعنی مسلمانوں کو شکست ہو گئی یا آنحضرت کے سخت چوٹ آئی، چار دانت شہید ہوئے اور پیشانی مبارک زخمی ہوئی، بہت سے صحابہ زخمی ہوئے۔ اور ستر مسلمان شہید ہوئے۔

جنگ ختم ہونے پر مشرکین کی عورتوں نے شہیدوں کا مثلہ کیا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ آنحضرت کے چچا حضرت حمزہ کے سینہ کو چاک کر کے کلیجہ چبا گئی۔ یہ سب کچھ تو مشرکین نے کیا لیکن آنحضرت نے ان کے لیے بددعا نہیں کی بلکہ فرمایا:-

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥

اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ سمجھتے نہیں۔

کیا کسی فاتح اعظم نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا؟

باٹا

یوگوسلاویہ کا بے تاج بادشاہ

دنیا میں لوگ غریب بھی ہوتے ہیں امیر بھی۔ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی میز پر کھانے کے وقت طرح طرح کے کھانے موجود ہوتے ہیں اور ایسے بھی جن کو ایک وقت بھی مشکل سے دال روٹی میسر ہوتی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ امیر ہمیشہ امیر رہتے ہیں اور غریب ہمیشہ غریب بالکل غلط ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ سینکڑوں امیر اور مالدار آدمی ایسے غریب ہوگئے کہ در بدر بھیک مانگتے ہیں اور کئی غریب اپنی ہمت اور محنت کی بدولت اتنے امیر ہوگئے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ انسان میں تین چیزیں بہت ضروری ہیں، یعنی محنت، استقلال اور عقل۔ اگر کوئی آدمی ان تینوں چیزوں سے اچھی طرح کام لے تو وہ ترقی کرکے دنیا کو اپنے لئے جنت بنا سکتا ہے برخلاف اس کے جس نے ان چیزوں کو چھوڑ دیا اس کے لئے دنیا دوزخ سے کم نہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

تم نے اخباروں اور کتابوں میں کئی ایسے آدمیوں کے حال پڑھے ہونگے جو غریب اور معمولی آدمی تھے لیکن ترقی کرتے کرتے بڑے آدمی ہوگئے۔ آج ہم بھی تمہیں ایک ایسے ہی آدمی کا حال سناتے ہیں جس کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے۔ اس کا نام تھامس باٹا تھا۔ "باٹا" جوتوں کا نام تو تم نے سنا ہوگا۔ یہ شخص ان ہی جوتوں کا موجد تھا۔

باٹا یوگوسلاویہ کے ایک قصبہ زلن میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ ایک غریب موچی تھا۔ جو ادھر اُدھر پھر کر لوگوں کے جوتے مرمت کیا کرتا تھا۔ بچپن میں بھی باٹا اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتا رہا لیکن اٹھارہ سال کی عمر میں اس نے خود جوتے بنانا شروع کئے جو وہ بازاروں میں لے جا کر بیچ دیتا تھا۔ چند سال بعد وہ یہ کام سیکھنے کے لئے اپنے ملک سے جرمنی چلا گیا۔ وطن واپس آکر اس نے چھوٹے پیمانہ پر اپنا کاروبار شروع کیا۔

اس میں اس کو بہت فائدہ ہوا اور ۱۹۰۴ء میں اس نے امریکہ کی راہ لی کہ جوتے بنانے کے طریقے جو وہاں استعمال ہوتے ہیں ان کا اچھی طرح سے مطالعہ کرے۔ اس نے ایک بڑے کارخانے میں نوکری کرلی اور محنت سے سب کام سیکھتا رہا۔

امریکہ سے واپس آکر اس نے زلن میں ایک بہت بڑی فیکٹری کھولی اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں اپنے کارخانے کے جوتے بھیجنے لگا۔ جنگ عظیم کے بعد اس نے فوجی جوتے بنانے شروع کئے اور اس میں بڑی شہرت حاصل کرلی۔ اس زمانہ میں جب چمڑے کی درآمد بہت کم ہوگئی تو اس نے ایسے جوتے بنائے جن کے تلے لکڑی کے تھے۔

اس طرح اسکا کاروبار ترقی کرتا رہا۔ اور اس نے یوگوسلافیہ کے ہر شہر میں اپنی دکانیں کھول دیں اور اپنے بیچنے کے لئے ہر ملک میں ایجنٹ مقرر کردئے۔ اپنے جوتوں کو زیادہ مشہور کرنے کے لئے اس نے قیمتیں بہت کم کردیں۔ باٹا کے انتقال کے وقت صرف زلن کے کارخانہ میں اس کے ماتحت سولہ ہزار آدمی کام کرتے تھے جو روزانہ ایک لاکھ جوتے تیار کر ڈالتے تھے۔

مسٹر باٹا مزدوروں اور کام کرنے والوں کے لئے ہر طرح کی آسائش اور آرام کا خیال رکھتے تھے ان کے رہنے سہنے کے مکانات نہایت عمدہ اور ہوادار ہیں۔ باٹا زلن کا میئر بھی تھا اور چونکہ اُسے خود سگرٹ جیسی چیزوں سے نفرت تھی اس لئے کسی کو سگرٹ پینے کی اجازت نہ تھی۔

باٹا کی دولت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے بارہ ہوائی جہاز تھے جن پر وہ اور اس کے مددگار یورپ وغیرہ کا سفر کرتے تھے اور مختلف ممالک میں جوتے ہی بھیجتے تھے۔

۱۹۳۲ء میں باٹا نے انگلستان میں دریائے ٹیمز کے قریب کچھ زمین خریدی تھی تاکہ وہاں بھی ایک کارخانہ قائم کرے۔ عمارت کی تعمیر سے قبل ہوائی جہاز پر اس نے قاہرہ، بیت المقدس، بغداد، بمبئی، رنگون اور بٹاویا کا سفر کیا تھا تاکہ معلوم کرے کہ مشرقی ممالک میں اس کے جوتوں کی مانگ کس قدر ہو سکتی ہے۔ اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ دہلی اور کلکتہ میں بھی کارخانے قائم کرے گا لیکن موت نے یہ کام اس کی زندگی میں پورا نہ ہونے دیا۔

مسٹر باٹا کی موت ہوائی جہاز کے ٹکرانے کی وجہ سے ہوئی۔ پہلے پہل تو لوگوں کو اس کا یقین نہ آتا تھا لیکن بعد میں جب سرکاری تصدیق ہوگئی تو پبلک کے لوگوں کو سخت رنج ہوا۔ اور شہر میں کئی جھنڈے سرنگوں کردئے گئے۔

برسات

کالی کالی گھٹائیں چھائیں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آئیں
دیکھو جدھر ہے سبزہ سبزہ پھول بہت ہے تازہ تازہ
دشت و جبل گلزار ہوئے ہیں، گل سے نازک خار ہوئے ہیں
دیدنی ہے کہسار کا دامن صدقے اُس پہ بہارِ گلشن
دیکھو گھٹا وہ جھومتی آئی پورب سے کیا کالی کالی
چڑیاں وجد میں گائیں ترانے مور خوشی میں آکر ناچے
شور پپیہے کا ہر سو ہے کوئل کی بھی رٹ کوکو ہے
یہ جو نظر آتا ہے بادل پل میں ابھی کردے گا جل تھل
آؤ ننھی ننھی بوندو! اچھلو، کھیلو، زمیں پر کودو
راہ تمہاری تکتے ہیں سبزے تم بن سوکھ رہے ہیں پودے
تم ہو آبِ حیات کا قطرہ کون کہے برسات کا قطرہ
ہاں دیکھو وہ بوندیں آئیں آبِ بقا کا تحفہ لائیں
خوابیدہ سبزوں کو جگایا افتادہ پودوں کو اُٹھایا
پژمردہ غنچوں کو کھلایا کملائے پھولوں کو ہنسایا
سب کو حیاتِ تازہ بخشی نشو و نما کی روح عطا کی
جوش میں جب یہ بوندیں آئیں خوب زمین پر ل کر برسیں
پھیل کے وہ نالوں سے گذریں نالوں سے دریا میں پہنچیں
دریا کا وہ جوش وہ طوفاں وہ شورش وہ جوش دہیجاں
ٹیلے میدان اور بیاباں کر دیا اس نے سب کو یکساں
دیکھو جسے سرشار ہوا ہے بیخود ہر ہشیار ہوا ہے
یہ رنگینی یہ رعنائی شاہدِ قدرت کی زیبائی
یہ حسنِ فطرت کے مظاہر یہ رنگین و حسین مناظر

جس موسم کے ہیں یہ کرشمے
اس کو ہم برسات ہیں کہتے

لندن کے حالات

۱۔ بچے

اپریل، مئی، جون میں تو بارش شاذ و نادر ہوتی ہے۔ باقی تمام سال ولایت کے کسی نہ کسی مقام پر کم یا زیادہ پانی پڑتا رہتا ہے۔ چونکہ پانی کا نکاس اور پکی سڑکوں کا جال ہر جگہ موجود ہے۔ لوگوں کو کام کاج میں بالکل دقت نہیں ہوتی اور بچے بڑے برساتیاں اوڑھے اپنے روزانہ کے فرائض بے تکلف ادا کرتے رہتے ہیں۔ اگر کہیں میدان میں کیچڑ ہو گئی اور لوگ پھسلنے لگے تو سکاوٹ لڑکے عام طور پر تختوں میں رسیاں باندھ کر میلی کیچڑ کو سونت دیتے ہیں اور راستہ صاف کر دیتے ہیں۔ اپنے رئیس ہونے کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔ بلکہ اکثر کیچڑ میں سے کاغذ کے ٹکڑے اور پھلوں کے چھلکے، سگرٹوں کے کبس وغیرہ جمع کر ردی کے ڈبوں میں جمع کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باغ، چمن، بلکہ جنگل تک ستھرے نظر آتے ہیں۔ اور موسم صاف ہوتے ہی مرد، عورت، بچے گروہ گروہ یا تو پارک میں یا کھلے جنگل میں سبزہ پر آرام کرتے اور کھیلنے کے لئے نکل جاتے ہیں، اکثر نوجوان پتنگ بھی شوق سے اُڑاتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر فٹ بال، کرکٹ کا زور رہتا ہے اور معمولی معمولی ٹیموں کے میچ میں ہزاروں تماشائی پیسہ خرچ کر کے بارش میں بھیگ کر کھلاڑیوں کی ہمت افزائی کرنے آتے ہیں۔

گرمیوں میں اسکولوں کے لڑکے اور خصوصاً اسکاؤٹ اپنا اپنا خیمہ اور کھانے کا سامان لے کر ہفتہ کی صبح سے اتوار کی شام تک جنگل میں کمپ کرتے ہیں۔ اگر سرکاری افسر معائنہ کے لئے نہ آیا تو ایک سینیر لڑکے کو معائنہ کے لئے مقرر کر لیتے ہیں تاکہ چند ضروری باتیں سب کمپ کرنے والے پوری کریں۔ مثلاً صبح کا نہانا (تالاب کے سرد پانی میں) خواہ کیسا ہی موسم ہو۔ بستروں کا تہہ کرنا۔ اتوار کی صبح کو سادہ زبان میں خدا سے دُعائیں مانگنا۔ اپنی قوم کے جھنڈے کو صبح بلند کرنا۔ شام کو اُتارنا۔ بیکار آدمیوں کو کمپ میں جمع نہ کرنا۔ جنگل سے بلا اجازت مالک لکڑیاں نہ توڑنا۔ رات کو دس بجے سو جانا اور آگ کھلی نہ رہنے دینا۔ کمپ کے ختم پر صفائی کرنا اور چولھے، خیمہ کے نشان تک مٹا دینا وغیرہ۔ گاؤں میں لوگ ہمارے ملک کی طرح زیادہ تواضع کرتے ہیں۔ چیزیں ہیں سستی اور لباس سادہ۔ یہ لوگ گائیں (وہاں غریب بھینس نہیں ہوتی) بھیڑیں گھر گھر نہیں پالتے بلکہ بہت سے لوگ مل کر ہر گاؤں کے ایک گھیر میں ڈیری کی طرح مویشیوں کی علیحدہ دیکھ بھال کرتے ہیں۔ باقاعدہ روزانہ پکے فرش کا دھونا۔ دودھ نکالنے میں پوری صفائی۔ اور چارہ کا بہترین انتظام تنخواہ دار نوکروں کے سپرد ہے۔ جو اپنے اپنے علاقہ کے دودھ مکھن کو گاؤں کے علاوہ لندن اور بڑے شہروں کو ٹھیکہ داروں اور کمپنیوں کے پاس لاریوں میں بھر کر روزانہ پہنچاتے ہیں۔ یہ دودھ، بالائی وغیرہ دس، بارہ سال کے بچے اور غریب نوجوان علی الصباح گھر کے دروازوں پر رکھ آتے ہیں۔ میں نے صبح پانچ بجے دودھ کی بوتلیں دسمبر کی سردی میں دروازہ پر رکھی دیکھی ہیں کوئی ایسی چھوٹی چیزوں کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتا۔ غریب لڑکے مدرسہ جانے سے پہلے اخبار، پھول، دودھ، ترکاری وغیرہ دوکان داروں کی طرف سے بیچ کر کچھ جیب خرچ کما لیتے ہیں۔ اُن کو دس برس کی عمر سے پیسہ کمانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مدرسہ ۱۴ برس تک لازمی جانا پڑتا ہے فیس اور کتابیں سرکار دیتی ہے۔ اگر ترقی اور ہوشیاری ظاہر کی تو وظیفہ حاصل کر کے اعلیٰ عمدہ کالج یا سکول یا کسی صنعت و حرفت کے مدرسہ میں نام پیدا کرتے ہیں۔ ورنہ ۱۴ برس کی عمر سے چھوٹے چھوٹے مزدوری کے کام اور محنت مشقت کی خدمت کرنے لگتے ہیں جس پیشہ میں دل لگ گیا اور جگہ نکل آئی اُس میں جم گئے۔ درخواستیں بھیج بھیج کر محرری کی کوشش میں عمر ختم نہیں کرتے۔ جب یہ بچے کسی چھوٹی موٹی دوکان یا کارخانے میں بہت معمولی تنخواہ پر لگ جاتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ فرصت کے وقت، یا شام کو یا چھٹی کے دن کسی کتاب کا مطالعہ کریں یا کسی لکچر کو سنیں یا اپنے کام کے متعلق کسی مختصر سے کورس میں فیس دے کر داخل ہو جائیں تاکہ لیاقت بڑھے اور جلد تنخواہ میں ترقی ہو۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہاں نوکریاں اور مزدوری ہر بچہ کو مل جاتی ہے۔ اوّل تو عورتیں اور لڑکیاں ہر پیشے اور کاروبار میں داخل ہوتی جا رہی ہیں۔ مردوں کی طرح ۸ گھنٹے روزانہ ہفتہ میں پانچ دن بڑی محنت سے ہر قسم کی دوکان پر بیچنے، حساب رکھنے، صفائی کرنے کا کام کرتی ہیں۔ دفتروں، ڈاک گھروں، ٹیلیفون، مدرسے وغیرہ میں اُن ہی کا زور ہے۔ وہاں پچاس، ساٹھ سالہ بوڑھوں کو بھی نوجوانوں کی طرح نوکری کی تلاش رہتی ہے اور سب سے

بڑی مصیبت یہ ہے کہ دو چار پیسہ کی مزدوری سے وہاں بھلا بھی نہیں ہوتا دستی کام کی جگہ مشینوں اور کلوں سے بہت کام لیا جاتا ہے۔ پس کچے پکے مزدور کی تو دال بھی نہیں گلتی۔ سڑک کو صاف کرنے والے اور عمارت کی اینٹیں اُٹھانے والے بھی اپنے اپنے کام میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ سرکار کو اکثر بے کار آدمیوں کو ہفتہ وار وظیفہ دینا پڑتا ہے تاکہ لوگ بھوکوں نہ مریں۔ تقریباً تیس روپے ماہوار تو بیکاری کا وظیفہ ہوا۔ بھلا پکے مزدوروں کی تنخواہیں کیا کم ہونگی سپاہی، اور میلا صاف کرنے یا سڑک کی مرمت کرنے والے مرد، سو روپے ماہوار سے کم نہیں کماتے۔ سب آدمیوں سے ٹیکس بھی زبردست لیا جاتا ہے تاکہ صاف پانی۔ اچھی روشنی۔ عمدہ سڑک، مفت تعلیم، مفت ہسپتال کی مدد حاصل ہو سکے۔

چونکہ سب بچے ۵ برس کی عمر سے کسی نہ کسی مدرسہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پس ہفتہ۔ اتوار کے علاوہ گلیوں میں ہمارے بھائیوں کی طرح شور و غل نہیں کرتے۔ مدرسہ کا کام ایسا سخت نہیں کہ گھر پر کھیلنے کے وقت میں بھی کتابیں چاٹنی پڑیں۔ اور کتابیں تو عموماً مدرسہ ہی میں رہتی ہیں۔ پس شام کو طرح طرح کے کھیل جہاں موقع ملتا ہے شروع کر دیتے ہیں۔ مگر مسافروں کا حرج نہیں ہوتا۔ لڑکیاں رسی پر پھرتی اور تیزی سے پاؤں اُچھالتی ہیں۔ اُن کے کھیلوں میں لڑکے دخل نہیں دیتے۔ ۸ برس کی عمر سے آگے کالج کی عمر تک عموماً لڑکے اور لڑکیوں کے مدرسے جُدا جدا ہیں۔ لڑکیوں کو تیرنا۔ بھاگنا ہاکی۔ ڈرل۔ سکیٹنگ۔ ناچنا وغیرہ اتنے زیادہ کھیل و ورزش کے سکھائے جاتے ہیں کہ اپنے بھائیوں کی طرح جسمانی صحت اور دماغی ترقی میں پیچھے نہیں رہتیں اور اپنی ہمت کے مطابق اُن سے مقابلہ بھی کرتی ہیں۔ ہاکی اور تیرنے میں چند لڑکیوں کی ٹیمیں خاص نام پا چکی ہیں۔ ہوائی جہاز، موٹر، اور بندوق چلانے میں بھی چند لڑکیاں غیر معمولی نام پیدا کر چکی ہیں۔

اخلاق بے شک اُن لوگوں کا ہم سے ذرا مختلف ہے۔ کسی کے گھر کے حالات، سفر کی وجہ۔ نام۔ تنخواہ اور عمر کی بحث درمیان میں لانا سخت بدتہذیبی سمجھتے ہیں۔ پھل کھلا کر منہنا۔ سڑک پر تھوکنا۔ بازار میں زور زور سے باتیں کرنا۔ راستہ روک کر کھڑے ہونا۔ یا عورتوں کو جگہ یا راہ نہ دینا۔ یہ سب باتیں بدتمیزی میں شامل سمجھی جاتی ہیں۔ سکول کے لڑکے اگر ایک گھنٹہ بھی کسی اُستاد سے تعلیم پا لیتے ہیں تو دور سے اُس کو دیکھ کر جہاں بھی ملیں گے سلام کے لئے ٹوپی اُتار لیں گے۔ ہر تعلیم یافتہ لڑکا دوسرے آدمی سے اگر معمولی سا کام۔ مثلاً وقت معلوم کرنا۔ یا راہ پوچھنا ہو تو براہِ کرم۔ اور جناب سے بات شروع کرتا ہے اور اکثر سلام کے لئے ہاتھ سر تک اُٹھاتا ہے عورتیں اور لڑکیاں سلام کے لئے ہیٹ نہیں اُتارتیں بلکہ مرد اُن ہی کو پہلے سلام کرتے اور ہیٹ اُتارتے ہیں۔ اُن کی مدد کرنا اور ہمت بڑھانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ تاکہ دنیا میں بڑے کام کرنے میں عورتیں پیچھے نہ رہ جائیں۔

۴۔ لندن کے نظارے

پہلا فرق جو ایک ہندوستانی کو یورپ کے تقریباً تمام شہروں میں ہندوستان کے مقابلہ پر نظر آئے گا وہ بازاروں اور مکانوں کا سیدھی قطار میں واقع ہونا ہے۔ دوکاندار یا مالک مکان کبھی یہ کوشش نہیں کرتا کہ اپنی حد سے باہر نکل کر اپنا سامان پھیلا دے یا قبضہ کر لے۔ ٹریم کی گاڑیاں وسط سڑک میں۔ ہر دو طرف موٹریں اور گھوڑا گاڑیاں۔ ان کے دونوں طرف یعنی موٹر اور گھوڑا گاڑی کے راستوں سے باہر پیدل مسافروں کے لئے ذرا بلند راستے۔ ہموار، صاف ستھرے نظر آتے ہیں۔ چونکہ کارخانوں سے کوئلہ کی باریک گرد اور چمنیوں کا دھواں نکلتا رہتا ہے اور ہر شے پر چھا جاتا ہے اس لئے نہ صرف مکانوں کی دیواریں باہر سے سیاہی مائل ہو گئی ہیں بلکہ مسافر بھی عموماً سیاہی مائل لباس پہنتے ہیں تاکہ اونی کپڑوں کو بار بار دھلانا نہ پڑے۔ اگر بار بار منہ ہاتھ نہ دھویا جائے تو جلد سیاہ اور میلی ہو جاتی ہے۔ دفتر اور کارخانوں میں کام کرنے والوں کی پتلون، کوٹ اکثر کہنہ اور بدرنگ ہوتی ہیں۔ کفایت شعاری کے اصول پر یہ لوگ اچھے کپڑے صرف دعوت، ناچ رنگ۔ ملاقاتوں اور شام کی سیر کے لئے محفوظ رکھتے ہیں۔ کام میں سنگار نہیں کرتے۔ رئیسوں کے اونچے ہیٹ۔ جوتہ پر سفید کرمچ کا غلاف اور سونے کی گھڑی دیکھ کر حیران ہونگے کہ یہ شخص بس یا ٹریم یا ریل کے تھرڈ کلاس ڈبہ میں کیوں داخل ہوا۔ بڑا کنجوس ہے۔ بات دراصل یہ ہے انگریز خواہ مخواہ کی شیخی میں آ کر فضول نہیں خرچ کرتے۔ وہاں بڑے بڑے رئیس اور حاکم کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ غریب مزدور کو اس کی جگہ سے ہٹا دے۔ موٹر کی بس یا ٹریم گاڑی میں ایک ہی درجہ ہوتا ہے۔ آپ کے کپڑے کیسے ہی ہوں کرایہ ادا کرنے پر آپ بس ٹرام

کے خاموش ڈبہ میں ایک جگہ پر قابض ہو جائیں گے۔ آپ کے قریب بیٹھنے والے رئیس یا غریب لوگ آپ کی طرف نظر بھیر کر بھی نہ دیکھیں گے۔ عموماً اُسی روز کا بلکہ صبح۔ دوپہر یا شام کا اخبار پڑھتے ہوں گے۔ شاید گوشے میں کوئی دوست بہت دھیمی آواز میں باتیں کرتے ہوں گے۔ یا شاید گوشہ میں سگریٹ پیتے ہوں۔ ریل کے کچھ ڈبوں میں تو سگریٹ پینے کی اجازت ہوتی ہے اور کچھ میں نہیں۔ سگریٹ پینے والے اگر بغیر اس زہر کو پئے نہیں رہ سکتے تو دوسرے ڈبہ میں چلے جاتے ہیں۔ مگر عموماً ۱۶ برس سے قبل لڑکے سگریٹ پینا عیب سمجھتے ہیں اور بڑے ہو کر بھی اس عادت کے اتنے غلام نہیں ہوتے کہ ایک ایسے قاعدہ کی خلاف ورزی کریں جس سے دوسروں کو آرام ملتا ہو۔

لندن میں جاہل ان پڑھ آدمی آسانی سے سفر نہیں کر سکتا۔ حالانکہ ہر چوراہے پر سپاہی بڑی شرافت اور نرمی سے راستہ بتانے کے لئے آمادہ رہتا ہے اور آپ کے سڑک طے کرنے یا موٹر پکڑنے کے لئے شاید تمام گاڑیوں کو ایک ہاتھ کے اشارہ سے روک دیگا مگر گاڑی کا منزل مقصود۔ ہر موٹر پر ہدایات۔ ٹکٹ۔ مکان کا نمبر وغیرہ کون آپ کے لئے پڑھتا پھرے گا۔ موٹر بس اور ٹریم پر سوار ہونے میں بھی پھرتی درکار ہے مگر زیر زمین چلتی ہوئی برقیہ گاڑی میں سوار ہونا چستی کا کام ہے۔ کمبخت سرنگ سے نکل کر پلیٹ فارم پر کھڑی ہوئی نہ تھی کہ دروازے خود بخود کھل گئے۔ اِدھر لوگ باہر نکلے۔ اُدھر بیٹھ بھی گئے۔ دروازے بند ہوتے ہی گارڈ نے ایک بجلی کے تار کو چھوا۔ گھنٹی بجی اور ڈرائیور نے دستہ گھمایا اور ستر اسی میل کی رفتار سے یہ گاڑی اندھیری سرنگوں میں زناٹے بھرنے لگی۔ اگر ایک سکنڈ بھی آپ کو دیر ہو گئی تو دوسری گاڑی کا انتظار کیجئے۔

ایک دفعہ ایک صاحب نے ایک مزدور لڑکے کو اپنا بھاری سوٹ کیس دیا اور خود معمولی ۲ بنڈل لئے ٹکٹ لے کر سیڑھیوں سے اُترے برقیہ گاڑی میں سوار ہوں۔ جب سامان رکھ چکے تو لڑکے کو غائب پایا۔ گھبرا کر پلیٹ فارم پر پاس ہی اجنبی لڑکے کا پتہ نہ تھا۔ یہ گارڈ کو چیخ کر کہہ رہے تھے کہ گاڑی ٹھہرالو۔ میرا سامان ..... کہ ظالم نے ہنس کر گاڑی چلا دی پریشان ہوئے۔ چند منٹ بعد اور چونکاہ کی تو دیکھا کہ صاحبزادے [illegible] ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ آپ کی گاڑی تو دوسرے پلیٹ فارم پر آنے کی عجب عالم تھا۔ بیچارے قوانین سے ناواقف سامان کو کیسے واپس منگائیں۔ اتنے میں ایک سیاہ لباس والا قلی نما انگریز آیا اور انہوں نے اس کے سامنے اپنا رونا رویا۔ اُس نے کہا گھبراؤ نہیں ٹیلیفون دیتا ہوں۔ اگلے اسٹیشن سے جواب آیا کہ گارڈ نے دو چھوٹے بنڈل یہاں ایک ڈبے سے اُتار دئے ہیں کہو تو گاڑی کے ذریعہ بھیجیں یا مالک خود آکر لے جائے۔ صرف ایک پیسہ رسید پر ٹکٹ لگے گا۔

اسٹیشنوں پر نہ پان بیڑی سگریٹ۔ نہ دال سیو نہ کباب مٹھائی والے نظر آئیں گے۔ اکثر معمولی اسٹیشنوں پر ٹکٹ دینے والا لینے والا گاڑی کو آمد و رفت کی اجازت دینے والا۔ اور آپ کچھ شرافت سے بات کریں تو مفت کا قلی بھی صرف ایک اسٹیشن ماسٹر ہوتا ہے۔ باقی کی ضرورت کیا۔ اگر آپ کو سگریٹ۔ دیا سلائی۔ چاکلیٹ اسٹامپ وغیرہ خریدنا ہیں تو پلیٹ فارم یا سڑک پر کھڑی ہوئی مشینوں میں مقررہ قیمت کا سکہ ڈال دیجئے اور نیچے کا خانہ کھینچ لیجئے۔ مطلوبہ شے خانہ میں موجود ہوگی۔ وہاں لوگ بے ٹکٹ سفر نہیں کرتے۔ پلیٹ فارم پر صرف وہی شخص داخل ہو سکتا ہے جو کہ ٹکٹ دکھا دے۔ ہر اسٹیشن پر ریل کی پٹریوں کے دونوں طرف اونچے لمبے چبوترے ہیں اور دور تک کسی مسافر کو سوائے معمولی دروازہ کے باہر نکلنے کا موقع نہیں۔ وہاں نہ ہندوستان کی طرح ٹکٹ چیک کرنے والے مسافروں کو پریشان کرتے ہیں۔ اگر آپ ٹکٹ نہیں خرید سکتے۔ تو اپنا پتہ دیدیجئے۔ پھر دام بھیج دیجئے گا۔ یا اپنا سفر وہیں ختم کر کے اُتر جائیے۔

اسٹیشنوں پر عورتوں کے آرام کے لئے لکڑی کا ایک مختصر کمرہ اکثر بنا ہوتا ہے۔ مگر مرد ہمارے ملک کی طرح مسافرخانوں میں گھنٹوں بیکار نہیں پڑے رہتے۔ شاید چند منٹ قبل اسٹیشن پر پہنچ جاتے ہوں۔ اخبار پڑھتے رہتے ہیں یا چہل قدمی کرتے رہتے ہیں۔ گاڑی آنے پر ایسے ڈبے میں نہیں بیٹھتے جس میں عورتیں زیادہ ہوں یا بہت بھرا ہوا ہو۔

بھاری سامان اور لمبے مال گاڑیوں کے ذریعہ رات کو چلتے ہیں۔ ہلکا سامان سب لوگ اپنے ہاتھ میں اُٹھا کر چلتے ہیں پھر قلی بے چارہ کیا کما سکتا ہے۔ کہاں دہلی کے پلیٹ فارم پر ۱۵۰ قلیوں کی فوج۔ کہاں لندن واٹرلو میں بمشکل نصف درجن شفیلہ والے جو محض پردیسیوں کی سہولت کی خاطر بہ مدد کرتے ہیں یا سامان جمع کرا دیتے ہیں۔

ایک تاریخی کہانی

ایک خارجی خلیفہ منصور کے زمانہ میں اکثر فتنے اٹھاتا رہتا اور فساد مچاتا رہتا تھا۔ مگر کسی طرح قبضے میں نہیں آتا تھا۔ منصور نے حکم دیدیا کہ جہاں ملے قتل کیا جائے۔ اور جو گرفتار کرکے لائے گا۔ اسے ایک لاکھ درہم انعام دیا جائے گا۔ ایک روز چھپتا چھپاتا وہ بغداد میں کسی طرف جا رہا تھا کہ ایک اس کے ہم وطن کوفی نے پہچان لیا۔ اور لپک کر پکڑ لیا۔ اور پکارا۔ دوڑو دوڑو یہ امیرالمومنین کا باغی مجرم ہے اتفاقاً ادھر سے معن بن زائدہ بھی گذرا، یہ عباسی حکومت میں بڑا معزز اور جاں نثار سردار تھا، حکومت اس کو بہت مانتی اور عزت کرتی تھی۔ مجرم معن کو دیکھ کر پکارا۔ خدا کے لئے مجھے پناہ دیجئے اور بچائیے۔ خدا آپ کو اپنی پناہ میں رکھے گا۔

معن نے گھوڑا روک لیا۔ اور پوچھا کیا قصہ ہے؟

کوفی:۔ یہ امیرالمومنین کا باغی مجرم ہے۔ امیرالمومنین کا حکم ہے کہ جہاں ملے قتل کیا جائے اور گرفتار کرنے والے کو ایک لاکھ انعام ہے۔

معن:۔ ہم کہتے ہیں کہ چھوڑ دو۔ پھر اپنے ایک غلام سے کہا تم اپنی سواری پر سے اتر کر اسے سوار کرلو۔

کوفی:۔ (چلاکر) لوگو دوڑو، یہ شخص امیرالمومنین کے باغی کو چھڑا کر لے جانا چاہتا ہے۔ اور میرے ایک لاکھ کا نقصان کر رہا ہے۔

معن کو دیکھ کر کس کی مجال تھی کہ آگے بڑھتا۔

معن نے کہا۔ جاؤ امیرالمومنین سے کہدو باغی ہمارے پاس ہے یہ کہہ کر معن تو خارجی باغی کو اپنے ساتھ لے کر چلدیا۔ اور انعام کا لالچی کوفی شاہی محل پر پہنچا۔ اندر اطلاع ہوئی۔ اور خلیفہ کے حضور میں سارا قصہ بیان کردیا۔

اسی وقت معن بھی یاد فرمایا گیا۔ اس نے اپنے تمام گھر والوں غلاموں، اور بچوں کو عزیزوں، دوستوں مصاحبوں کو غرض اپنے تمام متعلقین کو بلاکر کہا۔ دیکھو۔ اس شخص کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ میں نے اسے پناہ دی ہے۔ ہمیشہ اس کا خیال رکھنا۔ میں خدا کی قسم دے کر وصیت کرتا ہوں اس کے بعد وہ دربار خلافت میں پہنچا حضور خلیفہ کو نہایت ادب سے سلام کیا۔ مگر منصور نے غصہ کے مارے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اور یہ کہا کیوں معن تم ہمارے مخالف کو پناہ دیتے ہو؟

معن:۔ جی ہاں حضور

منصور:۔ اور کہتے ہو جی ہاں۔ منصور کے غصہ کی آگ اور بھڑک اٹھی۔

معن:۔ یا امیرالمومنین بارہا میری خیرخواہی کی آزمایش ہوچکی ہے میں نے کیسے کیسے مصائب اٹھائے ہیں۔ کئی مرتبہ اپنی جان پر کھیل گیا ہوں کتنی ہی دفعہ اپنا خون بہایا ہے۔ حکومت اور خلیفہ کی ہمیشہ خدمت کی۔ کیا میری خدمات اس قابل بھی نہیں کہ میں ایک مجرم کو پناہ دے سکوں اور وہ میری خاطر رہا کردیا جائے۔ لوگوں کے سامنے اس نے مجھ سے پناہ مانگی ہے۔ اور محض اس خیال سے کہ میں بھی امیرالمومنین کا خاص غلام ہوں اسے جاں بخشی کی امید ہوئی۔ بہرحال میں تو پناہ دے چکا اب میں حاضر ہوں۔ حضور جو چاہیں کریں۔

منصور پر اس تقریر سے سناٹا چھا گیا۔ دیر تک گردن جھکائے غور کرتا رہا۔ اتنے دیر میں غصہ ٹھنڈا ہوگیا تھا۔ پھر سر اٹھا کر کہا۔ معن تم نے جسے پناہ دی۔ ہم بھی تمہاری خاطر اسے چھوڑتے ہیں۔

معن:۔ حضور کا کس زبان سے شکر ادا کروں۔ اگر امیرالمومنین کی رائے ہو کہ میری پناہ کا اثر دونا ہو جائے تو حضور اسے کچھ انعام بھی عطا فرمائیں۔ یہ ایسا ہو کہ جان بھی دی، مال بھی دیا۔

منصور:۔ اچھا پچاس ہزار درہم عطا کئے۔

معن:۔ حضور جیسی رعایا کی خطا ہو ویسی ہی خلیفہ کی عطا ہونی چاہیئے۔ یہ بڑا خطاوار ہے

منصور:۔ اچھا ایک لاکھ درہم عطا کئے

معن:۔ مگر حضور اسی وقت ملنا چاہیئے۔ بھلائی کے کاموں میں دیر اچھی نہیں ہے۔

منصور نے اسی وقت حکم دیا کہ ایک لاکھ درہم ابھی معن کے گھر بھجوا دیئے جائیں۔ معن روپیہ لدوا کر گھر آئے اور اپنے مہمان سے کہا۔ لو یہ انعام، جان بھی بچی مال بھی ملا۔ اپنے گھر کا راستہ لو۔ اب بادشاہوں کے خلاف کبھی کوشش نہ کرنا۔

خارجی یا تو جان کی خیر منا رہا تھا۔ انعام کی خبر سن کر خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔

تعلیمی کھیل

جماعت دوم کیلئے

۱۔ بورڈ پر لکھ کر جلد مٹانا

مقصد۔ طلبہ تیزی سے سوچ سمجھ کر پڑھیں

تختۂ سیاہ پر ایک حکم لکھ کر جلدی سے مٹا دیا جائے اور مقررہ بچوں سے کہیں کہ بورڈ پر جو کچھ لکھا تھا اس کے مطابق عمل کرو جو بچہ صحیح کرے اُسے نمبر دیا جائے۔ یہ کھیل دو فریق بنا کر بھی کھیلا جا سکتا ہے۔ احکامات اس قسم کے ہو سکتے ہیں:۔

"فلاں ساتھی کے کان میں کچھ کہو" "پنسل سے کاغذ پر کچھ لکھو" وغیرہ

۲۔ کتاب سے لفظ دیکھ کر لکھنا

مقصد:۔ طلبہ صحیح لکھ سکیں

اُستاد کتاب کا ایک پیرے گراف مقرر کر دے اور طلبہ سے کہے کہ جب میں ایک دو تین کہوں تب یہ صفحہ کھول کر اُس میں سے چھ ایسے الفاظ لکھو جو "س" سے شروع ہوتے ہیں اس طرح دیکھا جائے گا کہ پہلے کون لکھتا ہے۔ (یہاں "س" مثال کے طور پر ہے ورنہ اُستاد کوئی آواز بتائے جس کے کافی لفظ پیرے گراف میں موجود ہوں)

۳۔ چیزوں کے نام لکھنا

مقصد:۔ طلبہ اپنے ماحول سے متعلق چیزوں کے نام جلدی و صحیح لکھ سکیں

دو طالب علم بورڈ پر الگ الگ کھڑے کر دئے جائیں جب اُستاد ایک دو تین کہے تب طالب علم تیزی سے اپنے ارد گرد کی چیزوں کے نام لکھے (اشیاء زیادہ ہوں تو حد مقرر کی جا سکتی ہے مثلاً ایک وقت میں صرف ۸ یا ۱۰ لکھے وغیرہ) جو طالب علم پہلے ختم کرے اُسے مفروضہ نمبروں کا آٹھواں باقی غلطیوں کا حساب لگا کر نمبر دئے جائیں گے۔

۴۔ کون صحیح جمع کرتا ہے؟

مقصد:۔ طلبہ تیزی سے صحیح جمع کر سکیں

تختۂ سیاہ کو زمین پر لٹا کر اُس پر ایک مربع یا مستطیل بنا لیں پھر اُس کے خانوں میں مختلف ہندسے لکھیں۔ مثلاً طلبہ کے دو فریق کر دیں پہلے فریق کو



ایک ٹھیکری دے دیں جس پر کوئی سا ہندسہ لکھا ہوا ہو مثلاً ۱۰ اس فریق کا طالب علم اس ٹھیکری کو کسی خانے میں پھینکے ٹھیکری جس خانے میں گرے اُسے جمع کر کے دوسرے فریق کا طالب علم بتائے اس طرح دیکھا جائے گا کہ کونسا فریق جمع اچھی جانتا ہے۔

۵۔ صحیح جمع کرنا

مقصد:۔ طلبہ تیزی کے ساتھ جمع کر سکیں

ایک لڑکے کے ہاتھ میں ۳×۲ کے ایسے گتے ہوں جن پر مختلف ہندسے مثلاً ۹ - ۷ وغیرہ لکھے گئے ہوں۔ ان مختلف ہندسوں

دیع کرنے سے جو جوابات آئیں اُن کے گتے مقابل کے طالب علم کے پاس
مگ ہوں مثلاً ۱۶ پہلا طالب علم کوئی سے دو ہندسے دکھائے۔ مقابل کا
لب علم اُس کے جواب کا گتا دکھائے۔ پہلا طالب علم چند مرتبہ پوچھنے کے
جداب دوسرے طالب علم کی باری آئے۔ اس طرح دیکھا جائے گا کہ کون
یحیح بتاتا ہے۔

۶۔ ہندسوں کی دوڑ

مقصد:۔ طلبہ تیزی سے ہندسے لکھ سکیں

طلبہ کے دو فریق بنائے جائیں (ہر ایک فریق میں ۴ یا ۶ طالب علم کافی
ہیں) دونوں فریق
و علیحدہ علیحدہ بورڈ
، سامنے متوازی
لت میں کھڑا کردیں
نوں فریق کے پہلے
ب علم کے ہاتھ
، چاک دیدیں۔
ستاد کوئی سی رقم مقرر
ہردے۔ مثلاً ۲۲۶ پھر
ایک دو تین کہے تین
کہنے پر پہلا طالب علم
دوڑ کر اُس کے آگے
رقم مثلاً (۲۲۷) لکھدے



ور تیزی سے واپس ہو کر ساتھی کو چاک دیدے ساتھی اُس سے اگلی رقم
شلاً (۲۲۸) لکھے جو فریق پہلے کام ختم کرے گا اُسے مفروضہ نمبروں کا آٹھواں
اور باقی غلطیوں کا حساب لگا کر نمبر دئے جائیں (رقم کے متعین کرنے میں
یہ شرط لگائی جاسکتی ہے کہ پہلی رقم کے بعد جو رقم لکھی جائے وہ بقدر ۲
یا ۴ یا ۶ کے زیادہ ہو مثلاً ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۲ وغیرہ۔

۷۔ میری مدد کون کرسکتا ہے

مقصد:۔ طلبہ صحیح جمع کرسکیں

جماعت کا ایک طالب علم کھڑا ہوجائے اور جماعت سے کہے کہ
میں ۱۲ ہوں اور ۱۷ بننا چاہتا ہوں میری مدد کون کرسکتا ہے۔ جو طلبہ
مدد کرسکتے ہیں وہ ہاتھ اُٹھائیں اُن میں سے کسی طالب علم سے پوچھا جائے
تمہارا نام؟ تب وہ بچہ کہے "۵" (اس لئے کہ ۱۲ + ۵ = ۱۷ گویا اس لڑکے
نے مدد کی) باری باری سے کئی طالب علم کھڑے ہوں اس طرح دیکھا جائیگا
کہ جماعت میں سب سے زیادہ کونسا لڑکا مدد کرنے والا ہے۔

۸۔ لکیریں کھینچنا

مقصد

طلبہ تیزی سے سیدھی
لکیریں کھینچ سکیں
دو طالب علم بورڈ پر
الگ الگ کھڑے کردئے
جائیں جب اُستاد ایک دو
تین کہے تب طالب علم
جلدی سے سیدھی لکیریں
بورڈ پر کھینچے جو طالب
علم پہلے ختم کرے اُسے
مفروضہ نمبروں کا آٹھواں اور باقی غلطیوں کا حساب لگا کر نمبر دئے
جائیں گے (اس کی مشق جماعت میں کافی ہونی چاہیئے عام طور پر طلبا،
ٹیڑھی سطریں لکھا کرتے ہیں)

نتیجہ انعامی معما

۰ر جولائی کا انعامی معما شاید زیادہ مشکل تھا کہ کسی بچہ کا صحیح حل موصول نہیں ہوا۔ اس مقابلہ میں کل پانچ حل آئے تھے۔ ان میں سے ایک تو بہت غلط تھا۔ ایک میں صرف ایک غلطی تھی اور باقی تین میں دو۔ دو۔ ایسی صورت میں یہ مناسب سمجھا گیا کہ انعام تمام مقابلہ کرنے والوں پر بہ ترتیب ذیل تقسیم کر دیا جائے۔ تمام بچوں کو ان کے انعام پیام تعلیم شائع ہونے کے دوسرے دن دفتر سے بھیج دئے جائیں گے۔

۱۔ محمد خالد صاحب۔ گوجرانوالہ۔ ایک روپے کی کتاب
۲۔ محمد حسن صاحب۔ حیدرآباد آٹھ آنے کی کتاب
۳۔ محمد یوسف صاحب۔ جالنہ " " "
۴۔ زین العابد صاحب بارہ بنکی " " "

صحیح حل درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

ر	آ	ت	✕	د	ر	ی
ن	✕	ن	ر	م	✕	ا
گ	ن	✕	ح	✕	ا	ص
✕	م	س	م	ا	ر	✕
ر	ک	✕	د	✕	ہ	م
ا	✕	ب	ل	خ	✕	ا
ز	م	ی	✕	و	ا	ر

پہیلیاں

خوشی کی بات ہے کہ پیام تعلیم کے خریدار اپنے پرچہ کو بہتر بنانے کے لئے ہمارے پاس طرح طرح کی تجاویز بھیجنے لگے ہیں۔ جو معمے اب تک ہم شائع کرتے رہے ہیں وہ عموماً انگریزی طرز کے ہوتے تھے۔ مفید ہونے میں اگرچہ شک نہیں لیکن ان میں بچوں کی وہ دلچسپی پیدا ہونا ممکن نہ تھی جو ہندوستانی پہیلیوں میں ہوگی۔ آج ہم حافظ نبی احمد صاحب دہلی کی بھیجی ہوئی چند پہیلیاں درج کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ بچے انہیں بوجھ کر مقررہ وقت سے قبل دفتر کو بھیج کر مقابلہ میں شریک ہوں گے۔

۱۔ اندر بال اور اوپر چام
بیچ ہزار کے بکے دام
اس کو کھائیں خاص و عام
تم بتلاؤ اس کا نام

ہدایات:۔ ایک پھل ہے جو جولائی میں بکثرت ہوتا ہے

۲۔ کالے منہ کی بھرے قلانچے
الٹی ہو انگلی پہ ناچے
جب وہ کوئیں میں لگائے ڈبکی
دل کا حال بتائے چپکی

ہدایات:۔ صرف پڑھے لکھے لوگ استعمال کرتے ہیں

۳۔ [illegible] د بچے بیجان۔ بانجھ انگلی مہتاری
انکا رچا ہے بیاہ۔ چل رہی گانیوالی

ہدایات:۔ بچیوں کو دل بہلاتی ہے۔

۱۔ تمام حل یکم ستمبر تک پہنچ جائیں
۲۔ انعام میں سال بھر کے لئے پیام تعلیم یا چار کی کتابیں دی جائینگی
۳۔ ہر حل کے ہمراہ ۲ر کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔
۴۔ ایک سے زیادہ صحیح حل موصول ہوئے تو ایڈیٹر کو اختیار ہوگا کہ جس طرح چاہے فیصلہ کرے۔

نیرنگ

از

ایس۔ آر۔ کے صاحبہ

یہ مکتبہ جامعہ کی ایک تازہ کتاب ہے۔ ایس آر کے صاحبہ کے ادبی ذوق کے آج ہندوستان کے تمام **نسوانی رسائل** مرہون منت ہیں یہ کتاب بارہ (۱۲) دلچسپ ادبی مضامین اور ایک **ڈرامے** پر مشتمل ہے ان مضامین میں **ضمیر کی آواز، جستجوئے مسرت، زندگی کی آخری شب** خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آخر میں ایک ڈرامہ **خلافت عباسیہ** کے تیسرے تاجدار **مہدی** سے متعلق ہے۔ قیمت عہ (ایک روپیہ آٹھ آنے)

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

خادماتِ خلق

از

مرحومہ سیدہ خاتون

اس کتاب میں یورپ اور امریکہ کی چند پاک سیرت خواتین کے حالات درج ہیں جنہوں نے اپنی زندگی دوسروں کی خدمت کیلئے وقف کردی تھی۔

یہ مبارک ہستیاں ہر زمانہ اور ہر قوم کے سامنے جیتے جاگتے نمونے ہیں

قیمت
۱۰/

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی